روسی اہل قلم چیخوف اور فرانس کے ایک اہل قلم موپاسان کے مختصر افسانون کا ترجمہ ہین اور چند جناب مرتب کے طبعزاد ہین اس لیے یہ سب اگرچہ ایک ہی قلم کی گلکاریان ہین تاہم ہر ایک مین مختلف رنگ کے نقش ونگار ہین فی الجملہ چیخوف کے افسانے پرلطف سادہ اور صحیح کیرکٹر کا بہترین نمونہ ہین جن مین تحلیل نفسی کے صحیح اصول از خود نمایان ہوتے ہین اور موپاسان کا افسانہ "گورستان کی نازنین" بھی دلچسپ اور پڑھنے کے لائق ہے مختصر افسانون کے طرز تحریر مین اصل جان سلاست اور روانی ہے جناب جلیل نے اس کے نباہنے کی خاص کوشش کی ہے لیکن کہین کہین انھین اپنی ناکامی کا اقرار کرنا پڑیگا، مگر پھر بھی طرز تحریر نہایت صاف سلیس اور سادہ ہے ابتدا مین جناب خواجہ غلام السیدین صاحب بی اے ایم ایڈ کا مقدمہ ہے جسمین انھون نے ان افسانون پر تبصرہ کیا ہے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۲۰۵ صفحے، لکھائی چھپائی اچھی اور کاغذ خاصہ ہے، قیمت عہ مولف سے مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے پتہ سے طلب کرین،

ہماری غذائین، اس نام کے رسالہ مین جناب ڈاکٹر محمد مجیب الدین احمد خان صاحب فانی لودھیانوی نے انسان کی عام غذاؤن کی علمی (سائنٹفک) اور طبی نقطۂ نظر سے تشریح کرکے اُن کے مفید یا مضر ہونے اور ان کی قوت غذائی کے تناسب اور اُن کے استعمال کرنے کے طریقے بتائے ہین، اگرچہ جناب مولف نے اس رسالہ کو عام فہم بنانے کی خاص کوشش کی ہے لیکن طبی اصطلاحات کے بکثرت آجانے سے ایک حد تک نامانوسیت باقی رہ گئی ہے تاہم اردو مین یہ تالیف انسان کی سب سے ضروری سامانِ حیات پر سب سے پہلی کتاب ہے اس لیے ہماری قدردانی کی مستحق ہے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۱۴۴ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ معمولی ہے قیمت عہ جناب مولف سے کنگ میڈیکل ہال دہلی کے پتہ سے طلب کرین،

مجلد بستم | ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۲۷ء | عدد چہارم

فہرست مضامین

اعلان

افسوس ہے کہ اڈیٹر صاحب معارف مدراس
وحیدرآباد کے طویل سفر سے اب تک واپس
تشریف نہ لاسکے، اِس لئے اس مہینہ کا پرچہ
بغیر شذرات کے شایع کیا جاتا ہے، آیندہ
ماہ مین اس کی تلافی ہوجائے گی،

"مینجر"

مقالات

نکاحِ بلا ولی،

ضمیمۂ مباحث سابقہ

اوپر کا مضمون چھپ جانے کے بعد ایک اور واقعہ پر نظر پڑی جس سے ہمارے خیال کی مزید تائید ہوتی ہے، فاطمہ بنت قیسؓ ایک مشہور صحابیہ تھین، قدیم ہجرت کرنے والی صحابیات مین ان کا شمار ہے، سنہ ۱۰ھ مین جب حضرت علیؓ کی فوج یمن بھیجی جارہی تھی، ان کے شوہر بھی اس مین شامل تھے، انھون نے کسی وجہ سے راستہ سے اپنی بیوی کو طلاق بھجوا دی، وہ آنحضرت صلعم کے پاس آئین، آپ نے فرمایا عدت گذرنے کے بعد اپنی نسبت مجھ سے مشورہ کرلینا، عدت کے بعد ان کے نکاح کے خواہان کئی اکابرِ صحابہ تھے، جن مین حضرت معاویہؓ حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ اور حضرت ابو جہمؓ تھین، آپ نے اپنی طرف سے حضرت اسامہ بن زیدؓ کا نام پیش کیا، حضرت فاطمہؓ کے اہل خاندان نے اسامہؓ کو ناپسند کیا، اور خود حضرت فاطمہؓ کو بھی تامل تھا، مگر ارشاد نبوی سے وہ انحراف نہ کرسکین اور آپ سے عرض کی،

امری بیدک فانکحنی من شئت — میرا معاملہ آپ کے ہاتھ مین ہے جس سے چاہئے میرا نکاح کردیجئے،

(مسلم ذکر دجال)

آنحضرت صلعم نے ان کا نکاح حضرت اسامہؓ سے کردیا اور ان کے اولیاء کی ناپسندیدگی کی کوئی پروا نہ کی،

اس واقعہ کے متعدد اجزا ہیں، اور ہر ایک کا علٰحدہ علٰحدہ ثبوت مجھ کو دینا ہے، سب سے اول یہ کہ اُن کے اولیا، یا اہل خاندان مدینہ میں موجود تھے، اور دوسرے یہ کہ انھون نے اس کو ناپسند کیا، تیسرے یہ کہ اولیا نے نہین بلکہ خود انھون نے یا آنحضرت صلعم نے انکی طرف سے وکیل بنکر انکا نکاح کر دیا، حضرت فاطمہؓ کے باپ قیس کا حال معلوم نہین، لیکن تاہم ان کے خاندان بنی فہر کے ارکان موجود تھے، حضرت ابن اُم مکتوم ان کے رشتہ کے بھائی تھے، صحیح مسلم مین ہے،

انتقلی الی بیت ابن عمك عمرو بن ام مکتوم (مسلم)

اپنے چچازاد بھائی عمرو بن ام مکتوم کے ہان چلی جاؤ،

اعتدی فی بیت ابن عمك ابن ام مکتوم (ایضاً)

اپنے چچازاد بھائی ابن ام مکتوم کے گھر مین عدت گذارو،

انتقلی الی ابن عمك عبد اللّٰہ بن عمرو بن ام مکتوم وھو رجل من بنی فھر قریش من البطن الذی ھی منہ،

اپنے چچازاد بھائی عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم کے پاس جاؤ، وہ قریش کے خاندان فہر کے تھے، اور فاطمہ بھی اسی خاندان کی تھین،

وہ خود کہتی ہین، کہ مین نے اپنے خاندان کے لوگون مین عدت گذاری،

ان اعتد فی اھلی (مسلم باب طلاق مذکور)

مین اپنے خاندان کے لوگون مین عدت گذارون،

ان کے علاوہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے حقیقی بھائی ضحاک بن قیس موجود تھے، جنکی عمر اس وقت غالباً سات برس کی ہوگی، یعنی اتنی ہی تھی، جتنی حضرت ام سلمہؓ کے صاحبزادہ کی تھی، جن کو اُن کی مان نے اپنا نکاح پڑھانے کا حکم دیا تھا جیسا کہ گذر چکا ہے، وہ سنہ ؁ مین پیدا ہوئے تھے، (دیکھو تہذیب و اصابہ وغیرہ)، صحیح مسلم مین اسی واقعہ کے ضمن مین ہے،

فاطمۃ بنت قیس اخت الضحاك بن قیس (ذکر ایلی)

فاطمہ بنت قیس ضحاک بن قیس کی بہن،

اب یہ بات باقی رہی کہ اُن کے اہل خاندان نے اس نکاح کو ناپسند کیا تھا، طبقات ابن سعد مین صرف تین راویون کے واسطہ تحریری روایت ہے یہ تینون رجال مسلم کے ہین،

اخبرنا یزید بن ہارون، اخبرنا محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن فاطمۃ بنت قیس انہا حدثتہ کتبوا منہا کتاباً، انہا کانت تحت رجل من قریش من بنی مخزوم فطلقہا البتۃ فلما حلت ذکرت ان معاویۃ و ابا جھم خطباہا فذکرت ذلك لرسول اللّٰہ صلعم فقال رسول اللّٰہ صلعم اما معاویۃ فلا مال لہ واما ابی جھم فلا یضع عصاہ عن اھلہ، فاین انتم من اسامۃ بن زید فکان اھلہا کرھوا ذلك فقالت لا اتزوج الا من قال رسول اللّٰہ (جلد ۸ صفحہ ۲۰۱)

ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو نے بیان کیا، انھون نے ابو سلمہ سے، ابو سلمہ نے خود فاطمہ بنت قیس سے، انھون نے بیان کیا اور لوگون نے اس کو تحریر مین منضبط کر لیا، کہ وہ قریش کے خاندان بنی مخزوم مین سے ایک کی زوجیت مین تھین، اس نے ان کو طلاق بائن دیدی، جب وہ عدت گذار چکین تو اُن کو معاویہ اور ابو جہم نے پیام دیا، فاطمہ نے آنحضرت صلعم سے اسکا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا معاویہ تو مفلس ہین، ابو جہم اپنی بیوی پر ڈنڈا اٹھائے رہتے ہین، تم لوگ (خطاب فاطمہ کے خاندان والون سے ہے) اسامہ کو کیون بھول گئے؟ تو گویا فاطمہ کے خاندان والون نے انکو ناپسند کیا، فاطمہ نے کہا مین تو اسی سے بیاہ کرونگی، جس سے رسول اللہ صلعم نے کہا ہے،

صحیح مسلم مین ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے کہا،

انکحی اسامۃ بن زید فکرھتہ، ثم قال انکحی اسامۃ فنکحتہ، (باب طلاق مذکور)

اسامہ بن زید سے نکاح کر لو، تو مجھکو ناپسند ہوا، پھر آپ نے کہا کہ اسامہ سے نکاح کر لو تو مین نے ان سے نکاح کر لیا،

مسلم کی دوسری روایت مین ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ بیان کرتی ہین،

فلما کلمنی رسول اللّٰہ صلعم قلت امری بیدك

تو جب رسول اللہ صلعم نے مجھ سے گفتگو کی تو مین نے

فانکحنی من شئت (زکر دجال) کہا میرا معاملہ آپ کے ہاتھ مین ہے، جس سے چاہئے میرا نکاح کر دیجئے،

مسلم کی تیسری روایت مین ہے،

فانکحہا رسول اللہ صلعم اسامۃ بن زید تو رسول اللہ صلعم نے اسامہ بن زیدؓ سے اُن کا نکاح کر دیا،

(باب طلاق مذکور)

پورا واقعہ ذہن نشین کر لینے کے بعد یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ کے رشتہ دار اہل خاندان اور اولیا موجود ہین، تاہم براہ راست لڑکی کو (ان کا سن اس وقت سترہ برس معلوم ہوتا ہے) پیغام دیا جارہا ہے، لڑکی اپنا معاملہ اولیا کے ہاتھ مین نہین دیتی، بلکہ خود رسول اللہ صلعم کے ہاتھ مین دیتی ہے، اور رشتہ دارون کی مرضی کی پروا کئے بغیر خود (فنکحتہ) یا رسول اللہ صلعم کی وکالت مین (ولایت مین نہین) وہ حضرت اسامہؓ سے نکاح کر لیتی ہین،

ہمین یہ معلوم ہے کہ قاضی عیاض اور امام نودی نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ اور حضرت ابن ام مکتومؓ کے اس باہمی نسب کو جو صحیح مسلم مین ہے، اہل انساب کی روایت کی بنا پر قبول کرنے مین تردد ظاہر کیا ہے، مگر روایات مسلم کے مقابلہ مین روایات انساب کیا چیز ہین؟ علاوہ ازین "اھلی" "میرے خاندان کا"، کیا جواب ہوگا؟

المامون

خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات، اب تک اس کے بازاری نسخے عام طریقے سے فروخت ہوتے تھے، اب مطبع معارف نے خاص اہتمام سے طبع کرا کے شایع کیا ہے، کاغذ اور لکھائی چھپائی بہترین ہے، ضخامت ۲۴۰ صفحے قیمت ۲/ و ۱/

"منیجر"

معیارِ تاویل

لفظ "صلوۃ" قرآن شریف مین،

از

سید سلیمان ندوی،

ہم نے اگست کے شذرات مین "غیر مذہبی عربی تعلیم" کے فتنہ سے مسلمانون کو ہشیار کیا تھا، آج اُس کی متعدد پیش نظر مثالون مین سے ایک مثال آپ کے سامنے ہے، مولوی نعیم الرحمان صاحب ایم اے لکچرار عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی، عربی کے لایق گریجویٹ ہین، عربی سے بعض تاریخی کتابون کا اردو مین ترجمہ کر چکے ہین، اب حال مین آپ نے مسئلہ الصلوۃ" کے متعلق داد تحقیق دی ہے، نماز کا بعض لوگون پر سخت ہونا، خود قرآن کی شہادت ہے، اب اس کی سختی کو کم کرنے کیلئے، مختلف تجویزین سوچی جارہی ہین، بعض اصحاب تو نماز کے اوقات کو کم کرنا چاہتے ہین، بعض رکعات کی تخفیف کے خواستگار ہین، بعض ارکان کی تقلیل کے خواہشمند ہین، اور ان سب کا استدلال قرآن پاک سے ہے، یضل بہ کثیرًا و یھدی بہ کثیرًا،

مولانا نعیم الرحمان صاحب ایم اے کی رائے ہے کہ نماز کی مخصوص صورت صرف مسجدون مین جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والون کے لئے ہے، علحدہ اور منفرد اشخاص کے لئے یہ مخصوص صورت واجب نہین، بلکہ محض دل سے "یادِ خدا" کر لینا کافی ہے، کاش یہ بھی ہوتا،

سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ گمراہیان اور غلطیان کیون پیش آرہی ہین؟ اس لئے آرہی ہین،

کہ "کتاب" کے ساتھ "سنت" کو نہین لیا جاتا، یہی غلطی گذشتہ معتزلہ نے بھی کی اور اب موجودہ معتزلہ بھی کر رہے ہین، تاہم گذشتہ معتزلہ اس قدر دلیر نہ تھے کہ وہ سنت متواترہ اور عمل متواتر کی تغلیط یا تکذیب کرین مگر اب دنیا اس دقیانوسی زمانہ سے علم و فہم مین بہت کچھ ترقی کر چکی ہے،

سوال یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم پر صرف الفاظ قرآنی القا ہوئے یا ان کے معانی بھی القا ہوئے، اگر پہلی صورت ہے تو نعوذ باللہ اس عہد کے اصحابِ علم خود حاملِ وحی سے زیادہ عالم بلکہ پیغمبر بننے کے مستحق ہین، اور اگر دوسری صورت ہے تو حاملِ وحی نے ان معانی کی تعلیم اپنے پیرؤن کو دی یا نہین، اگر نہین دی، تو

بلغ ما انزل الیک — جو تجھ پر اتارا گیا، اس کو دوسرون تک پہونچا،

کا فریضہ کیونکر ادا ہوا، اور

یعلمھم الکتاب — وہ قرآن اُن امیون کو سکھاتے ہین،

کس کی شان مین ہوگا، اور

لتبینہ — تاکہ تم لوگون کے لئے اس کی تشریح کردو،

کا کس کو حکم ہوگا،

اور اگر آپ نے اس کے معانی و مطالب اور تشریحات اپنے پیرؤن کو بتائے تو وہ کیا ہوئے؟ اور کہان ہین؟ اور کیونکر مٹ گئے؟ اور کب مٹ گئے؟ اور

وانا لہ لحافظون — ہم ہین اس کی حفاظت کرنے والے،

کا وعدہ کیا ہوا، یہ حفاظت، لفظی، معنوی، اور تشریحی ہر حیثیت سے تھی، اب اس تسلیم سے چارہ نہین کہ وہ عملی حیثیت سے بتواترِ عمل اہل اسلام اور علمی حیثیت سے صحائفِ سنت اور کتبِ حدیث مین موجود ہین، ان صحائف و کتب و احادیث و روایات پر اصولاً بحث کرنے کی گنجائش ہر وقت حاصل ہے،

مگر اُن سے قطع نظر کرنا کسی طرح ممکن نہین، بنابرین قرآن پاک کی کسی آیتِ کریمہ کی تفسیر و تشریح کرتے وقت الفاظ اگر کئی معنی کو محتمل ہون تو عملِ تواتر اور روایتِ صحیح یہی دو چیزین ہین جو ان کے اصلی معنی کی تعیین کرین گی، اگر یہ سررشتہ ہاتھ مین نہو تو پھر صحت و خطا کا معیار کیا رہجائیگا،

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ قرآن پاک مین "اقامتِ صلوٰۃ" (نماز کھڑی کرنے کا) جو صحیح مفہوم ہے، اس کو ہمارے دوست مولوی زبید احمد صاحب نے نہایت خوبی سے لکھا ہے، اور بیان کیا ہے، لیکن وہی ایک آیت اُن کے استقصار سے رہ گئی ہے، جو میری تحقیق مین اقامتِ صلوٰۃ کے مفہوم کو بالکل روشن کر دیتی ہے، اور کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہین چھوڑتی ہے، ہمارے مکرم پروفیسر نعیم الرحمان صاحب سے بخلوص عرض ہے کہ وہ بھی اس پر غور فرمائین،

"اقامتِ صلوٰۃ" سے مطلق نماز کے معنی مقصود ہین، خواہ وہ مسجد مین ہو یا غیر مسجد مین، یا ضرور ہے کہ اس کے معنی "مسجد مین نمازِ با جماعت" کے ہون، اگر دوسرے معنی مراد ہین، تو چاہئے کہ غیر مسجد مین نمازِ با جماعت نہ ہو سکے جس طرح غیر گرجا مین عیسائیون کی نماز اور غیر بتخانہ مین بت پرستون کی پوجا اور غیر آتشکدہ مین پارسیون کی عبادت نہین ہو سکتی؟ کیا ایسا کہنا اصولِ اسلام کا براہ راست تمسخر نہین ہے، اور اگر صرف "نماز" مراد ہے خواہ وہ کہین ہو تو پھر "صلوٰۃ" بمعنی مسجد کی مناسبت "اقامتِ صلوٰۃ" مین کیا رہجاتی ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کے معنی صرف "نمازِ با جماعت" کے ہین خواہ وہ مسجد مین ہو یا غیر مسجد مین تو پھر اقامتِ صلوٰۃ کے معنی "اقامتِ مسجد" کے نہین، بلکہ "اقامتِ جماعت" کے لینے ہون گے، اور "صلوٰۃ" بمعنی "مسجد" نہین، بلکہ بمعنی "جماعت" ہوگا، کیا آرامی یا عبرانی زبان مین "صلوٰۃ" "جماعت" کے معنی مین کہین آیا ہے؟ جس آیت کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے وہ حسبِ ذیل ہے،

واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ — اور جب اے رسول تو اُن مسلمانِ مجاہدین مین ہو، اور

فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا — ان کے لئے نماز کو کھڑی کرے، تو ایک گروہ تیرے

اسلحتھم، فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخری لم یصلوا فلیصلوا معک .... فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم فاذا اطمانتم فاقیموا الصلوۃ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً (نساء ۱۵)

ساتھ کھڑا ہو اور اپنے ہتھیاروں کو لئے رہے، اور جب وہ سجدہ کرے تو تم لوگوں کے پیچھے ہو جائے، اور دوسرا گروہ جس نے نماز نہین پڑھی، وہ آئے اور تیرے ساتھ نماز پڑھے .... پھر جب تم نماز ختم کر چکو تو اللہ کو کھڑے بیٹھے سوتے یاد کرو، اور جب تم کو اطمینان ہو جائے تو نماز کھڑی کرو، بیشک نماز مسلمانون پر مقررہ وقتون پر فرض ہو،

آیت کے ابتدائی حصہ مین، "اقامتِ صلوٰۃ"، کا حکم ہے، یہ میدانِ جنگ کا واقعہ ہے، دشمن باقاعدہ نماز کا موقع نہین دے رہا ہے، اب بتایئے کیا یہان اس میدانِ جنگ مین نماز چھوڑ کر مسجد کی تعمیر کا حکم ہے، یا میدانِ جنگ چھوڑ کر مسجد مین جا کر پہلے دوڑ کر نماز پڑھ آنے کا حکم ہے، یا محض نماز جماعت کا حکم ہے، آگے چلئے، ایک ایک رکعت نماز پڑھ لینے کے بعد دوسری رکعت کے متعلق حکم ہے کہ پھر علحدہ علحدہ اُٹھتے بیٹھتے، اور سوتے جس طرح موقع ملے یادِ الٰہی کر لو، پھر جب اطمینان ہو تو نماز کھڑی کرو، "اطمینان کے بعد ہی یعنی اسی سفر مین میدانِ جنگ کے اندر اقامتِ صلوٰۃ کا حکم دیا گیا" اب یہان مسجد کہان سے آئی، کیا ہر صحرا، اور جنگل اور پہاڑ اور سمندر مین جہان جہان مسلمان فوج جائے، ہر منزل مین، دن مین پانچ وقت مسجد بنائی جائے، اور نماز پڑھی جائے،

حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی،

سب نمازون کی نگہداشت کرو اور خصوصاً بیچ کی نماز کی،

اس آیت پاک کا ترجمہ آپ یہ کرتے ہین، کہ "تمام مسجدون کی حفاظت کرو اور خصوصاً بیچ کی یعنی مرکزی مسجد (خانہ کعبہ) کی"، بہت خوب! لیکن آیت اتنی ہی تو نہین ہے، بلکہ پوری آیت یون ہے"

حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین، فان خفتم فرجالاً او رکباناً فاذا امنتم فاذکروا اللہ کما علمکم مالم تکونوا تعلمون، (بقرہ ۳۱)

سب نمازون کی نگہداشت کرو خصوصاً بیچ کی نماز کی (یعنی عصر کی نماز) اور خدا کی سامنے خضوع و خشوع کے ساتھ کھڑے ہو، پھر اگر کوئی ڈر ہو تو پیادہ یا سوار ہو کر (جس طرح ہو سکے) اور جب ڈر جاتا رہے، تو اس طرح خدا کو یاد کرو جس طرح تم کو اس نے بتایا جو تم نہین جانتے تھے،

اگر آپ کا ترجمہ اختیار کیا جائے تو معنی یہ ہون گے،

"سب مسجدون کی حفاظت کرو خصوصاً مرکزی مسجد کی، اور خدا کے سامنے خضوع اور خشوع کے ساتھ کھڑے ہون، اگر ڈر ہو تو پیادہ اور سوار (جس طرح ہو سکے) اور جب خوف جاتا رہے تو تو اس طرح خدا کو یاد کرو جس طرح اس نے تم کو بتایا جو نہین جانتے تھے"،

اس حالت مین اول آیت (حفاظت مسجد) کا آیت کے بعد کے حصون سے کیا تعلق رہے گا، یعنی یہ کہ "اول تو کوشش کرو کہ مسجدون مین جا کر خصوصاً خانہ کعبہ مین جا کر نماز با جماعت ادا کرو، اور اگر اس ارادہ کی تکمیل مین جان کا خوف ہو تو خیر پیادہ ہو کر، اور اگر اس مین ڈر ہو تو سوار ہو کر نماز پڑھ لو، اور جب ڈر جاتا رہے تو پھر اسی طرح پڑھو جس طرح خدا نے بتایا ہے" یہ سفر اور جنگ کا حکم ہے، جیسا کہ "خوف" اور "امن" کے الفاظ ظاہر کرتے ہین، اس کا تعلق مسجد کی نماز با جماعت سے نہین بلکہ نماز کی شکل و صورت یعنی ارکان سے ہے، یہ آیت غزوۂ خندق کے موقع کی ہے، جب صحابہؓ کی اور خود حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی، اسی لئے اس نماز عصر کا خاص طور سے ذکر ہے، مطلب تو یہ ہے کہ نماز ہر حال مین ادا کی جائے، خواہ صلح ہو یا جنگ، امن ہو یا خوف، اگر حالت جنگ ہو یا میدان جنگ مین دشمن کے حملہ کا خوف ہو تو پیادہ

ہو کر پڑھو، اگر یہ بھی ممکن نہو تو سوار ہی پڑھو، پھر جب یہ حالت جاتی رہے تو جس طرح نماز کا طریقہ تم کو بتایا گیا ہے، اس طرح پڑھو،

اس کے سوا دوسرے معنی ہو نہین سکتے، جنگ مین پیادہ ہو کر پڑھنے یا سوار ہو کر پڑھنے کی اجازت دینا، اور بحالت امن اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دینا جس طرح اُس نے یعنی (خدا نے) بتایا، نماز کی صورت و شکل اور ارکان سے اس کا تعلق ہوگا، "مسجدون کی نماز با جماعت" سے نہین،

چونکہ ہمارے دوست مولوی زبید احمد صاحب نے تفصیل اس راے کی تغلیط کی ہے، اس لئے مجھے زیادہ کہنے کی حاجت نہین، صرف ایک بات کہنا چاہتا ہون، جو مطلب قرآن پاک کا آیتون کا ہمارے مکرم پروفیسر نعیم الرحمان لینا چاہتے ہین، آنحضرت صلعم اور صحابۂ کرام نے وہی سمجھا کہ نہین، اگر نہین سمجھا تو وہی مطلب ہوا کہ حامل وحی اور اس کے پیرو خدا کے مراد و مفہوم سے واقف نہ ہوئے، اور بالآخر یہ عقدہ کشائی چودہ سو برس کے بعد ایک عجمی نے کی، اور اگر واقف تھے، تو کیا تمام عمر مین ایک دن بھی، ایک دن کے پانچ وقتون مین سے ایک وقت بھی ہزارون صحابہؓ مین سے کسی ایک نے بھی اس پر عمل کیا،

مولوی زبید احمد صاحب اپنے دلائل کا ترکش خالی کرنے کے لئے گھیرا رہے ہون گے اس لئے مین زیادہ ان کو روکنا نہین چاہتا، ناظرین ذرا ان کی تیراندازی کی داد دین، یہ مولویون مولویون کی لڑائی نہین، گربجویٹ گربجویٹ کی جنگ ہے، اس لئے براہِ عنایت "مولوی صاحبان" اپنی تکفیر و تفسیق کے بانے الگ رکھین، وہ اس مین دخل نہ دین،

لفظ صلوٰۃ قرآن شریف مین،

از

مولوی زبید احمد صاحب ایم اے، الٰہ آباد یونیورسٹی،

میرے قابل رفیق کار مولوی نعیم الرحمن صاحب ایم اے کا نام گرامی محتاجِ تعارف نہین، آپ پہلے مدراس گورنمنٹ کالج مین عربی و فارسی کے پروفیسر تھے، دو سال سے الٰہ آباد یونیورسٹی مین لکچرار ہین، آپکا علمی ذوق اور تحقیق و تدقیق کا شوق نہایت قابل تعریف ہے، آپکے علمی مقالات اردو کے موقر رسالون مین شائع ہوتے رہتے ہین، دو سال سے الٰہ آباد یونیورسٹی سے ایک سالانہ علمی رسالہ نکلنے لگا ہے، اس کے گذشتہ نمبر مین آپ نے مندرجہ بالا عنوان پر ایک فاضلانہ مضمون سپرد قلم فرمایا ہے، جس تفحص و کاوش سے یہ مقالہ لکھا گیا ہے وہ درحقیقت مولانا کے شایان شان ہے، لیکن آپ جن نتائج کو پہنچے ہین ان سے مجھکو کلی اختلاف ہے، ان اوراق مین یہ اختلاف مع دلائل طرفین ارباب علم و بصیرت کے سامنے پیش کرتا ہون تاکہ صحت و عدم صحت کے متعلق رائے قائم کیجا سکے، قبل اس کے اصل مبحث کی طرف توجہ کرون، اپنے فاضل رفیق کار کی خدمت مین یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہون کہ مین یہ مضمون مناقشہ و مجادلہ کی غرض سے یا خدانخواستہ آپ کی قابلیت پر حملہ کرنے کی نیت سے نہین لکھ رہا ہون، حاشا و کلا، و کفیٰ باللہ شہیدا، بلکہ محض تحقیق حق میرا مقصود ہے مولانا کے مضمون کا ماحصل یہ ہے،

۱- لفظ صلوٰۃ عربی نہین آرامی لفظ ہے جسکے معنی مسجد کے ہین،

۲- قرآن شریف مین یہ لفظ "دعا و نماز" کے معنون مین بھی آیا ہے، اگر جہان کہین

قرآن شریف میں یہ لفظ مشتقات "اقامت" کا مفعول ہے، وہاں تو اس کے معنی مسجد ہی کے ہیں، اس سلسلہ میں آپ تجویز کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ جہاں کہیں قرآن شریف میں صلوٰۃ بمعنی "مسجد" ہے وہاں یہ لفظ واؤ کے ساتھ لکھا جائے اور جہاں کہیں "دعا و استغفار" کے معنی میں ہو، وہاں باقاعدہ الف کے ساتھ (یعنی صلاۃ) لکھا جائے،

۳۔ نماز کی معین شکل، صرف جماعت کے لیے مخصوص ہے، منفرد شخص کے لیے نماز مقررہ ترکیب سے ادا کرنا ضروری نہیں،

پہلے دو نتیجے درحقیقت ایک ہی ہیں، اس لیے دونوں نتیجوں پر میں بحیثیت مجموعی ایک ہی جگہ تنقید کرتا ہوں، اور تیسرے نتیجہ کے متعلق، بعد میں علٰحدہ عرض کرونگا،

الف، لفظ صلوٰۃ عربی نہیں آرامی ہے، جس کے معنی مسجد کے ہیں،

ب، اقیموا الصلوٰۃ میں، صلوٰۃ کے معنی مسجد ہی کے ہیں،

مولانا کے دلائل کے ساتھ ساتھ اپنا جواب دیتا جاؤنگا، مولانا کے دلائل یہ ہیں

۱۔ قرآن شریف میں بہت سے غیر عربی الفاظ مستعمل ہیں جنکی بہترین مثال لفظ رحمان ہے، ان میں سے ایک لفظ صلوٰۃ ہے، جسکی اصل "صلوتا" آرامی لفظ ہے جس کے معنی مسجد کے ہیں،

جواب سے پہلے ایک چھوٹے سے مقدمہ کی ضرورت ہے،

عربی کا شمار سامی زبانوں میں ہے جنمیں آرامی، عبرانی، سریانی و حبشی وغیرہ زبانیں داخل ہیں یہ بات محققین یورپ کے نزدیک ہنوز پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ ان میں سے کون سی زبان السنۂ سامیہ کی ماں ہے، لیکن یہ ان کا آخری فیصلہ ہے کہ عربی (یعنی عرب کی زبان) السنۂ سامیہ کی اگر ماں نہیں ہے تو ماں سے قریب تر ضرور ہے، کیونکہ اقوام سامیہ کا مسکن اولی عرب تھا، یعنی بالفاظ دیگر لغات آریہ (ہند یورپی شاخ) میں سنسکرت کی جو حیثیت ہے اس سے

کہیں زیادہ عربی کی ہے، لغات سامیہ میں، اس مسئلہ پر میں نے اپنی کتاب ادب العرب میں پوری بحث کی ہے، غرضکہ جب عربی زبان کو السنۂ سامیہ کی ماں سے قریب تر سمجھ لیا گیا ہے تو اس صورت میں جو الفاظ آرامی عبرانی اور عربی میں مشترک ہونگے وہ عربی کے الفاظ سمجھے جائینگے نہ کہ آرامی و عبرانی کے، اگر یہ بات تسلیم نہ کیجائے، تو کم از کم یہ تو ضرور ماننا پڑے گا، کہ مشترک الفاظ کے لیے، ان تینوں زبانوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کی مرہون منت نہیں، مثال کے طور پر یون سمجھو کہ ہند و یورپی زبانوں میں سنسکرت کو مقدم سمجھا جاتا ہے، پس سنسکرت، ژند، یونانی، اور لاطینی میں جو الفاظ مشترک ہیں ان کو یا تو سنسکرت کا ماننا چاہیے، یا کم از کم ان کا دوسری زبانون میں مستقل وجود تسلیم کیا جائے، یہ ظلم ہے کہ "پدر" کے لیے سنسکرت، ژند، یونانی اور لاطینی زبانون میں جو ایک لفظ ہے اسے سنسکرت کا نہ مانا جائے اور یونانی و لاطینی سمجھا جائے،

اقوام سامیہ کے شروع میں صرف ایک زبان تھی، "عربی"، جب وہ عرب سے نکلکر دیگر ممالک میں آباد ہوئے، تو وہاں کے مقامی طبعی اقتصادی و اجتماعی حالات کے ماتحت انکی اصل زبان میں فرق آجانا لازمی تھا جس طرح کہ سماترا، جاوا، کے عرب نژاد مسلمانوں کی زبان، اصل عربی سے مختلف ہوکر دوسرے نام سے مشہور ہوگئی اسی طرح عربی سے آرامی و عبرانی وغیرہ زبانیں مختلف ہوگئیں اور کچھ زمانہ تک زندہ رہکر مردہ ہوگئیں، ان کے مقابلہ میں اونکی ماں، بانڑی بہن، زبان عرب وسط عرب میں پھلتی پھولتی رہی،

اس مقدمہ کے بعد عرض ہے کہ اگر لفظ "رحمٰن" یا "صلوٰۃ" عبرانی یا آرامی زبان میں جون کا توں ملجائے تو اسے عبرانی یا آرامی نہ سمجھو بلکہ خاص عربی کا لفظ جانو، ہاں اگر غیر سامی لفظ عربی میں ملے تو وہ البتہ دوسری زبان کا لفظ ہے کیونکہ عربی کو غیر سامی زبان سے کچھ تعلق نہیں، مثلاً سراج سامی لغت کا لفظ نہیں، چراغ کا معرب ہے، مگر رحمٰن یا صلوٰۃ کو عربی لفظ نہ سمجھنا ظلم ہے،

اول الذکر لفظ کو دیکھو کہ مادہ "رحم" سے مشتق ہے جو اپنے جملہ مشتقات کے ساتھ عربی مین کس قدر مستعمل ہے، صیغہ بھی عربی صرف کے مطابق، رحیم و رحمٰن کی وہی صورت ہے جو ندیم و ندمان کی ہے، پھر کوئی وجہ نہین کہ اسے غیر عربی سمجھا جائے،

قرآن شریف کی آیت واذا قیل لھم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن سے یہ استدلال کرنا کہ یہ غیر عربی لفظ ہے صحیح نہین، چونکہ لفظ رحمٰن علاوہ صفت ہونے کے علم کی حیثیت سے بھی مستعمل ہوتا تھا، تو کفار نے آنحضرتؐ سے کہا کہ کبھی تم اللہ کی پرستش کے لیے کہتے ہو اور کبھی رحمٰن کی عبادت کے لیے، چنانچہ اس سے آگے کا جملہ انسجد لما تامرنا صاف بتا رہا ہے کہ کافرون کی مراد یہ تھی کہ کیا ہم ایسے بے مذہب اور بے اصول ہو گئے کہ تم جسکو کہو گے اس کو سجدہ کرین گے، بخاری کی روایت مین ہے کہ جب حضرت علیؓ نے عہد نامہ کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تو قریش نے کہا کہ ہم رحمٰن کو نہین جانتے، ظاہر ہے کہ یہ انکار لفظ کی حقیقت و معنی سے نہ تھا بلکہ بعض دیگر مذاہب والے اپنے معبود کو رحمٰن کہتے تھے، کفار نے اس معبود کے ماننے سے انکار کیا، اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہم سے کہے کہ "مسیح موعود" نے یہ فرمایا ہے اور "مسیح موعود" سے مراد غلام احمد صاحب قادیانی کو لے تو ہم یہ جواب مین کہین گے کہ ہم "مسیح موعود" کو نہین جانتے، اس انکار سے یہ لازم نہین آتا کہ ہم لفظ مسیح موعود سے واقف نہین، یا ہماری زبان کا لفظ نہین،

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رحمٰن عبرانی لفظ ہے، اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کے صرف یہ معنی ہو سکتے ہین کہ اس لفظ کو زیادہ تر یہود و نصاریٰ اور بعض دیگر ارباب مذہب بولتے تھے، قریش ایسے غیر مذہب والون کے معبود کا نام سمجھکر استعمال نہین کرتے تھے، چنانچہ خداوند تعالیٰ کفار کی غلط فہمی دور کرنے کے فرمایا،

قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ،

یعنی اے رسول ان کافرون سے کہدے کہ خدا کہکر پکارو یا رحمٰن کہکر اس کے لیے سب اچھے نام ہین،

عربی مین معدودے چند الفاظ ایسے ہین کہ ان کا مادہ یا ماخذ مشخص نہین ہوتا کیونکہ اس مادہ کے دیگر مشتقات جو اس لفظ کے ہم معنی ہون عربی مین مستعمل نہین ہوتے ایسے الفاظ کا مادہ معلوم کرنے کے لیے علمائے لغت کو قدرے دشواری پیش آئی ہے، اور اس کے دو طریقے ہین، ایک تو یہ کہ دوسری سامی زبان مین اس مادہ کے مشتقات پاکر اس لفظ کو اس زبان سے منسوب کر دیتے ہین، مگر یہ غلط طریقہ ہے کیونکہ کیا یہ ممکن نہین کہ فی الواقع وہ لفظ عربی ہی کا ہو، لیکن مرور قرون سے دیگر مشتقات کا استعمال عربی مین متروک ہو گیا، اور دوسری سامی زبانون مین باقی رہا، دوسرا طریقہ جو صحیح ہے یہ ہے کہ اس لفظ کو عربی ہی کا سمجھا جائے، اور ساتھ ہی کسی ایسے عربی مادہ کو اوس کا ماخذ قرار دیدیا جائے جس مین اس لفظ کا ماخذ بننے کی صلاحیت ہو، اس قسم کے الفاظ، لفظ برہان اور منبر وغیرہ ہین، ان کے لیے طریقہ اول کے مطابق مستشرقین یورپ کا خیال ہے کہ یہ عربی کے نہین، حبشی کے لفظ ہین، مگر یہ خیال غلط ہے، صاحب قاموس نے طریقہ دوم کی بنا پر ان کو بالترتیب برہن اور نبر سے جس کے معنی بلندی و بلند کرنے کے ہین نکالا ہے، اور یہ صحیح ہے،

علم لغت کی تدوین دوسری تیسری صدی ہجری مین شروع ہوئی، اگر ایام جاہلیت مین بھی علم لغت مدون ہو جاتا اور کتابین تصنیف ہو جاتین، تو ایسے شاذ و نادر الفاظ کے ماخذ مقرر کرنے مین کوئی دشواری نہ ہوتی، دو سو تین سو برس کے بعد مسلمانون نے علم لغت کی تدوین کی طرف توجہ کی تو وہ اب کس طرح یقین کے ساتھ بتا سکتے تھے، کہ ایسے الفاظ کی اصلیت کیا ہے،

قرآن شریف مین ان نام نہاد غیر عربی سامی الفاظ کا مستعمل ہونا صاف بتا رہا ہے، کہ اہل عرب ان الفاظ کو عہد نبویؐ مین عام طور پر بولتے تھے، خواہ ہمین اشعار جاہلیت سے

شہادت ملے یا نہ ملے، کیونکہ اس زمانہ کے کلام کا عشر عشیر بھی ہم تک نہیں پہنچا، اگر ایام جاہلیت میں یہ الفاظ عربی میں مروج نہ ہوتے تو قرآن شریف میں بھی نہ آتے ورنہ قریش کے فصحا نئے اور غیر مانوس الفاظ کا استعمال پا کر قرآن شریف پر بہت اعتراض کرتے اور اسے کلام الٰہی ہرگز نہ مانتے، کیا آج اردو کا ادیب کوئی ایسا غیر اردو لفظ استعمال کر سکتا ہے جسکو اس سے پہلے کسی نے اردو میں مطلق استعمال نہ کیا ہو، مولانا کا پہلا استدلال یہ ہے کہ یہ لفظ "صلوتا" سے نکلا ہے جو آرامی زبان کا لفظ ہے، کیونکہ عربی قبل از اسلام میں یہ لفظ مع مشتقات کہیں مستعمل نہیں ہوا،

میں جو کچھ اوپر عرض کر آیا ہوں اسکی بنا پر یہ ناممکن ہے کہ قرآن شریف نے ایسے لفظ کو استعمال کیا ہو، جو اس سے پہلے عربوں کی زبان پر مروج نہ ہو، اگر ایام جاہلیت کی شاعری میں اس لفظ یا اس کے مشتقات کا استعمال نہ ملے تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ یہ لفظ جاہلیت کی عربی میں مستعمل نہ ہوا ہوا، کیا ہمارے پاس ایام جاہلیت کا تمام کلام موجود ہے؟ علاوہ بریں ایک شعر اعشیٰ کا تو خود فاضل مضمون نگار نے حاشیہ ذیل میں نقل کیا ہے، جس میں لفظ صلّی آیا ہے اور وہ یہ ہے،

وقابلہا الریح فی دنہا   وصلّی علی دنہا وارتسم

مگر ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرما دیا ہے کہ مجھے اس قرأت پر شبہہ ہے وجہ شبہہ کچھ تحریر نہیں فرمائی جب لغت کی مستند کتابوں میں اسکا حوالہ موجود ہے تو پھر شبہہ کی کیا بات مولانا کے نزدیک صرف یہی ایک مثال ہے استعمال صلّی کی، عربی قبل از اسلام میں، مگر لسان العرب میں اس کے علاوہ اعشیٰ کا ایک اور شعر نقل ہے جس میں لفظ صلّی آیا ہے اور وہ یہ ہے (لسان جز ۱۲، ص ۱۹۸)

علیک مثل الذی صلیت فاغتمضی   یوماً فان لجنب المرءِ مضطجعا

تیسرا شعر ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے، (تفسیر ابن جریر جز اول صـ)

لہا حارس لا یبرح الدہر بیتہا   وان ذبحت صلّی علیہا وزمزما

چوتھا شعر نابغہ ذبیانی کا ہے، جس صلوٰۃ بمعنی دعائے رحمت آیا ہے ؎

فآب مصلّوہ بعین جلیۃ   وغودر بالجولان حزم ونائل

جب سرسری تلاش سے جاہلیت کے ایسے چار شعر دریافت ہو گئے جس میں لفظ صلّی آیا ہے، تو یہ کہنا کہ عربی قبل از اسلام میں یہ لفظ مستعمل نہیں ہوا بالکل غلط ہے،

قرآن شریف میں صرف اللہ کا ایسا لفظ ہے جس کے نسبت جائز طور پر یہ خیال ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف سے پہلے عربی میں مستعمل نہ ہوا ہوگا، لیکن جب اشعار جاہلیت میں یہ لفظ بھی ملتا ہے تو صلوٰۃ جیسے الفاظ کے نہ ملنے کی کیا وجہ؟

مولانا کا دوسرا استدلال یہ ہے کہ قرآن شریف میں غیر زبان کے الفاظ کا املا یہ ہے، کہ درمیانی الف کو املا میں نہیں دکھلاتے، صرف اس سے پہلے حرف پر الف بنا دیتے ہیں، مثلاً "اسماعیل" کا املا "اسمٰعیل" اور رحمان کا "رحمٰن" ہے، لفظ "صلاۃ" قرآن شریف میں "صلوٰۃ" لکھا جاتا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ غیر عربی لفظ ہے،

جواب میں عرض ہے کہ اگر یہ استدلال صحیح ہوتا، تو "صلاۃ" "صلٰت" لکھا جاتا نہ کہ "صلوٰۃ" یہ واؤ کیسا

مولانا از راہ انصاف پسندی تسلیم کرتے ہیں کہ بہت سے عربی الفاظ بھی اسی طرز میں لکھے جاتے ہیں، مثلاً "ظالمین" کو "ظلمین" لکھتے ہیں، یا اسکا برعکس بعض غیر عربی الفاظ پورے الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں، مثلاً سراج جو یقینی طور پر غیر سامی لفظ ہے، بغیر الف نہیں لکھا جاتا، لیکن مولانا ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ عربی الفاظ کو نصف الف سے لکھنا محض کاتبوں کی سہولت پسندی کا نتیجہ ہے، اور غیر عربی الفاظ کو پورے الف سے لکھنا ان کی غفلت کا، مولانا کا یہ محض قیاس ہی قیاس ہے، پرانی سے پرانی تحریرات میں مولانا کے مدعا کے خلاف پایا جاتا ہے

عربی وغیر عربی الفاظ کو ادھورے الف سے لکھنے کا قاعدہ زمانۂ نبوت سے جاری ہے، چنانچہ وہ خط جو آنحضرت صلعم نے مقوقس کے نام لکھا تھا اور جو اصل حال مین دستیاب ہوا ہے، اوسکے فوٹو سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اللہ جو یقیناً عربی لفظ ہے ادھورے الف سے تحریر ہے، بات صرف اتنی ہے کہ، خواہ عربی الفاظ ہون یا غیر عربی، کاتبین درمیانی الف کو اکثر ظاہر نہین کرتے اور صرف حرف ماقبل پر الف بنا دینا کافی سمجھتے ہین، اس طرز املا کے لیے عربی یا غیر عربی الفاظ کی کوئی خصوصیت نہین اگر موسا و عیسا کو موسیٰ اور عیسیٰ لکھتے ہین تو ان کے غیر عربی ہونے کی وجہ سے نہین بلکہ عربی کا رسم املا بھی یہی ہے کہ اسمائے ناقص یائی کو یا کے ساتھ لکھتے ہین، مثلاً اعلیٰ، اقصیٰ، حمیٰ وغیرہ، رہا مولانا کا یہ فرمانا کہ زکاۃ کو زکوۃ اور حیاۃ کو حیوۃ محض اس وجہ سے لکھا جاتا ہے کہ یہ دونون لفظ صلوٰۃ کی طرح آرامی لفظ ہین، نہایت تعجب خیز ہے کیونکہ ان دونون لفظون کے مشتقات جاہلیت کے ادب مین بکثرت مستعمل ہوئے ہین،

قرآن شریف مین مناۃ کا املا جو عربون کا ایک بت تھا، منوٰۃ ہے کیا یہ غیر عربی لفظ ہے اور کیا ربا عربی لفظ نہین جو ربوٰ کی شکل مین لکھا جاتا ہے، بات یہ ہے کہ مولانا مستشرقین سے ایسے مرعوب ہوگئے ہین کہ ان کے رکیک سے رکیک اجتہاد کے سامنے سر جھکا لیتے ہین، ان لوگون کی تبحر علمی اور تحقیق و تدقیق کا یہ عالم ہے کہ مار گولیتھ لفظ اللہ کے لیے لکھتا ہے کہ یہ قریش کا مذکر دیوتا ہے اور "اللات" اسکی تانیث ہے، لفظ زندیق کی بابت یورپ کے ایک مشہور شرق شناس کی رائے ہے کہ یہ آرامی لفظ صدیقی کا معرب ہے، مگر ڈاکٹر عبد الستار صدیقی نے حال ہی مین اس تحقیق کو غلط ثابت کیا ہے،

مین آرامی زبان نہین جانتا، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین لفظ صلوٰۃ پر جو آرٹیکل ہے اس مین لکھا ہے کہ آرامی مین مادہ صلاؑ ہے جس کے معنی جھکنے خم ہونے کے ہین،

صلوتا اس سے اسم ہے، جس کے معنی بھی جھکنے اور خم ہونے کے ہین، اس مین یہ نہین لکھا کہ صلوتا کے معنی مسجد کے ہین،

عربی مین بھی یہ مادہ موجود ہے، لیکن ثلاثی مجرد سے نہین آتا، باب تفعیل کی بھی تو ابتدا خاصیت ہے جس کے یہ معنی ہین کہ اس معنی مین وہ مادہ ثلاثی مجرد سے نہین آتا، ایسے بیشمار الفاظ ہین خاص عربی کے جو ثلاثی مجرد سے نہین آتے اور ثلاثی مزید سے آتے ہین، مثلاً بغض اور بغیض کہ ان کی گردان باب افعال سے آتی ہے نہ کہ مجرد سے، عربی مین صلاۃ کے معنی دعا کرنے کے ہین، جیساکہ اعشیٰ وغیرہ کے شعرون سے ظاہر ہے، دعا چونکہ مخ العبادۃ ہے اس لیے نماز کو بھی کہتے ہین، آنحضرتؐ کے زمانہ سے نہین، بلکہ ہمیشہ سے، جس طرح آرامی صلاؑ سے اسم صلوتا بنا، اسی طرح یہان صلاۃ ہوا، اگر یہ لفظ آرامی مین بھی پایا جاتا ہے اور عربی مین بھی، تو کیا اس کے یہ معنی ہین کہ یہ آرامی لفظ ہے،

علاوہ برین عربی کا مشہور عالم لغت زجاج کہتا ہے کہ صلوٰۃ کی اصل لزوم ہے صلی (ثلاثی مجرد) کے معنی "لزم" کے ہین، اسے یجئے، اس بنا پر صلوٰۃ کی حقیقت ثلاثی مجرد سے بھی نکل آئی، جس قدر عربی کے لغت کی کتابین ہین، ان مین سے کسی مین بھی صلوٰۃ کو غیر عربی نہین کہا گیا لسان العرب مین کئی ایک وجوہ دیئے گئے ہین، (ملاحظہ ہو لسان العرب جزو ۱۹-صفحہ ۱۱۹) اب ایک اعتراض باقی رہجاتا ہے، اور وہ یہ کہ اگر صلوٰۃ عربی لفظ ہے تو پھر اس کے مختلف ماخذ مقرر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی،

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر زبان مین ایسے الفاظ بے شمار ہوتے ہین جن کے لغوی و عرفی معنون مین کئی وجوہ سے مطابقت ہوتی ہے، "عرب" خاص عربی لفظ ہے مگر ملک عرب کو "عرب" کیون کہا جاتا ہے، اس کے کئی وجوہ بیان کئے جاتے ہین، الغرض اس کے عربی نہ ہونے سے کون انکار کر سکتا ہے، مگر علم عروض کو عروض کہنے کی کئی وجہین بتائی جاتی ہین، علاوہ برین لغوی و عرفی

سوذن مین مطابقت کرنے ہی کی ضرورت نہین پڑتی، بلکہ علم لغت کی کتابین دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شمار ایسے الفاظ ہین جن کے صرف لغوی معنی ہی بیان کرنے کے لیے تعلیل و توجیہ کی ضرورت ہوتی ہے، اور وہ توجیہ ضروری نہین کہ ہمیشہ ایک ہو، پس اگر لفظ "صلوٰۃ" یا "تصلیہ" کے معنی نماز و ادائیگی نماز مقرر کرنے مین ایک سے زیادہ توجیہ بیان کیگئی تو اس کے یہ معنی نہین ہین کہ لفظ صلوٰۃ عربی نہین ہے،

لفظ "صلوٰۃ" کو شرعی اصطلاح کہا گیا ہے، اس سے یہ مراد ہرگز نہین کہ لغوی معنی، اصطلاحی معنی سے بالکل مختلف ہین، قرآن شریف سے پہلے بھی صلوٰۃ نماز کے معنی مین مستعمل ہوتا تھا، اسلام نے صرف اس قدر خصوصیت اور دیدی کہ اب صلوٰۃ سے مراد محض اسلامی نماز ہے، یعنی اقم الصلوٰۃ کے یہ معنی ہین کہ رسول کی بتائی ہوئی نماز پڑھو،

مولانا کا تیسرا استدلال یہ ہے کہ قرآن شریف مین دو موقعون پر لفظ "صلوٰۃ" ایسا آیا ہے کہ ایک جگہ تو بالاتفاق اس کے معنی مسجد کے ہین اور دوسری جگہ قدرے اختلاف ہے، وہ دو موقع یہ ہین

(الف) لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد

(ب) لاتقربوا الصلوٰة وانتم سكارى

مولانا فرماتے ہین کہ پہلی آیت مین "صلوٰۃ" کو سب مفسرین و علمائے لغت کنائس الیہود و مواضع الصلوٰۃ مراد لیتے ہین اور اسے عبرانی لفظ بتاتے ہین جسکی اصل "صلوتا" ہے،

اوّل تو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین صلوتا کے معنی جھکنے کے لکھے ہین نہ نماز گاہ کے، دوسرے اگر اس کے معنی نماز گاہ کے بھی ہین، تو مین یہ عرض کرتا ہون کہ یہان چار اسمائے ظرف (بمعنی عبادتگاہ) مستعمل ہوئے ہین، یہ چارون الفاظ عربی الاصل ہین صوامع و بیع عیسائیون کی عبادت گاہین اور صلوات یہودیون کے کنیسے اور مساجد مسلمانون کی نماز گاہین، ان مین سے تین کے عربی الاصل

ہونے مین تو کچھ شک نہین، صرف لفظ صلوات زیر بحث ہے، ممکن ہے عبرانی مین یہ لفظ عام نماز گاہ کے لیے مستعمل ہوتا ہو، سیاق کلام سے اور نیز مفسرین کے قول سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہودیون کے کنیسون کو صلوات کہتے ہین، کیا محض اس وجہ سے کہ کنائس الیہود کو صلوات کہتے ہین، یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ عربی مین صلوٰۃ بمعنی نماز گاہ کے ہے ہی نہین، قرآن شریف مین صرف ایک جگہ یہ آیا ہے جس کے معنی بھی "مطلق نماز گاہ" کے نہین بلکہ کنائس الیہود کے ہین، جسکا اطلاق عیسائیون کے صوامع اور مسلمانون کی مساجد پر نہین ہو سکتا، اگر بفرض محال "صلوات" کے معنی مطلق نماز گاہ کے بھی ہین، تو کم از کم اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہے کہ خدا نے مسلمانون کی نمازگاہون کے لیے "مساجد" فرمایا نہ کہ "صلوات"، چنانچہ نہ قرآن مین نہ حدیث مین نہ کسی ادب کی کتاب مین کہین بھی صلوات بمعنی مساجد مستعمل نہین ہوا، کیا مولانا بتا سکتے ہین کہ صلوات المسلمین مساجد المسلمین کے معنی مین آیا ہے،

علاوہ برین، "اقیموا الصلوٰۃ" مین صلوٰۃ بمعنی مسجد "اقیموا" کے معقول ہونے کی صلاحیت ہی نہین رکھتا، کیا اقام المسجد کہنا صحیح ہے، کیا مولانا کوئی نظیر پیش کر سکتے ہین، جو مفہوم مولانا اقیموا الصلوٰۃ سے نکالنا چاہتے ہین، اسکو خداوند تعالیٰ نے بجائے اقامۃ الصلوٰۃ کے "تعمیر مساجد" سے ادا کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ الخ دیکھئے آبادی مسجد اور اقامت الصلوٰۃ دو مختلف چیزین ہین، قرآن شریف مین دوسری جگہ تعمیر مسجد کے لیے لفظ اتخاذ آیا ہے، ان الذین اتخذوا مسجدًا ضرارًا، الخ، پھر آگے ہے لاتقم فیہ ابدًا، یہان صاف ظاہر ہے کہ قیام فی المسجد سے مراد قیام صلوٰۃ ہے، اور کوئی معنی ممکن ہی نہین، اسی "لاتقم فیہ" کا متعدی اقام الصلوٰۃ ہے،

علاوہ برین اقامت اصطلاح شرع مین بمعنی تکبیر آتا ہے، جو "اقامۃ الصلوٰۃ" بمعنی ادائے نماز

کے لیے شاہد ہے،

رہی دوسری آیت لا تقربوا الصلوٰۃ، یہان لفظ صلوٰۃ کے مفہوم کی بابت علمائے مفسرین مین قدرے اختلاف ہے، اکثر نے تو صلوٰۃ سے مراد نماز ہی لی ہے، قرآن شریف مین اس قبیل کی کئی ایک آیتین ہین، مثلاً لا تقربوا الزنا، ولا تقربوا مال الیتیم، لا تقربوا الفواحش، اور بعض مفسرین یعنی زمخشری، ابو جعفر طوسی، اور مصنف صافی، صلوٰۃ سے مراد مواضع الصلوٰۃ لیتے ہین لیکن صلوٰۃ بول کر مواضع الصلوٰۃ مراد لینا لغوی بحث نہین ہے، اسکا تعلق علم بلاغت سے ہے، یعنی مظروف بول کر ظرف مراد لینا، یا حذف مضاف جس طرح واسأل القریۃ، الآیۃ مین قریہ سے اہل قریہ مراد ہین، اور ان دونون صورتون کا تعلق علم بیان سے ہے نہ کہ علم لغت سے، اور یہ بات ہمارے خلاف نہین ہے، کیونکہ ان تینون مفسرین مین سے کسی نے اس آیت مین لفظ صلوٰۃ کے متعلق لغوی بحث کرکے یہ نہین کہا کہ یہ عبرانی لفظ ہے، چنانچہ زمخشری کے الفاظ تو یہ ہین، معناہ لا تقربوا مواضعہا وھی المساجد، ابو جعفر کہتے ہین لا تقربوا اماکن الصلوٰۃ غرض کہ ان علماء نے یہان حذف مضاف یا مجاز مرسل قرار دیا ہے، البتہ آیت لہدمت صوامع وبیع صلوات مین ان مفسرین نے صلوات کو کنائس الیہود قرار دیا ہے اور عبرانی لفظ بتلایا ہے، لا تقربوا الصلوٰۃ مین بھی صلوٰۃ وہی عبرانی لفظ ہوتا تو یہ ظاہر کر دیتے اور مواضع الصلوٰۃ وغیرہ نہ لکھتے،

مولانا نے الزبیدی کا قول نقل کیا ہے، جس مین کوئی بات مولانا کے موافق یا ہمارے خلاف نہین، اور وہ قول یہ ہے،

والصلوٰۃ اختلف فی وزنہا ومعناہا اما وزنہا فقیل فَعَلَۃ بالتحریک وھو الظاھر المشہور، وقیل بالسکون

ترجمہ، لفظ صلوٰۃ کے وزن ومعنی کی بابت اختلاف ہے، بعض کے نزدیک اسکا وزن فَعَلَۃ بحرکت عین ہے، اور یہ قول مشہور ہے بعض کے نزدیک بسکون عین ہے

فنقلت حرکۃ العین منقلی لہ من اللام قالہ شیخنا واما معناہا فقیل الدعاء وھو اصل معانیہا ومنہ قول الاعشی وصلی علی دنہا وارتسم، لے دعا لہا ان لا تحمض ولا تفسد ... والصلاۃ عبادۃ فیہا رکوع وسجود وفی المزھر انہا من الکلمات الاسلامیہ وفی الکل نظر،

مگر لام کی حرکت اس کو مل گئی، یہ ہمارے استاد کا قول ہے، اور رہے اس کے معنی، پس کہا گیا ہے کہ اس کے معنی دعا کے ہین اور یہی اس کے اور معانی کی بنیاد ہے، چنانچہ اعشی کا قول ہے وصلی علی الخ ... اور صلاۃ رکوع وسجود والی عبادت کو کہتے ہین اور مزہر مین ہے کہ یہ لفظ کلمات اسلامیہ مین سے ہے،

فاضل زبیدی، اس لفظ کا غیر عربی ہونا ہرگز نہین مانتا، وہ آگے چلکر کہتا ہے،

وان ارادوا ان الشرع استعمل ھذہ اللفظۃ فذالک بیانیہ قولہ تعالیٰ انا انزلناہ قرآنا عربیا۔ وفی الصحاح الصلاۃ واحدۃ الصلوات المفروضۃ وھو اسم یوضع موضع المصدر وصلی صلاۃ ولا یقال صلی تصلیۃ

اور اگر یہ کہا جائے کہ شریعت نے سب سے پہلے یہ لفظ استعمال کیا ہے تو یہ خیال، آیت کریمہ انا انزلناہ قرآنا عربیا کے خلاف ہے اور صحاح مین ہے کہ صلاۃ صلوات مفروضہ کا واحد ہے اور وہ اسم ہے جو مصدر کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے یعنی صلاۃ کہتے ہین اور صلی تصلیہ نہین کہتے،

یہانتک کوئی بات زبیدی نے خلاف نہین کی، بلکہ جو کچھ کہا ہمارے موافق کہا، وہ اس لفظ کا غیر عربی ہونا گوارا نہین کرتا البتہ پہلی آیت مین "صلوات" کی تحقیق مین حسب معمول کنائس یہود کہتا ہے، لا تقربوا الصلوٰۃ کی تفسیر مین یہی فاضل لکھتا ہے کہ یہان بحذف مضاف مراد مساجد ہے، آگے چلکر کہتا ہے کہ صلوات چھوٹے صومعون کو کہتے ہین، لیکن اسکا واحد ہم نے نہین سنا، یعنی زبیدی کی رائے مین صلوات کا واحد، صلاۃ بمعنی مسجد وکنیسہ کبھی مستعمل نہین ہوتا

یہ بیان سراسر مولانا کے خلاف ہے، اس کے بعد مولانا فرماتے ہین کہ علمائے لغت اور مفسرین نے لفظ صلوۃ کا عربی ماخذ معلوم کرنے کے لیے بیکار کوشش کی، اس موقعہ پر آپ نے چند علمائے لغت کے اقوال نقل کئے ہین مگر کسی قول سے مولانا کی تسکین نہ ہوئی، سمجھ مین نہین آتا کہ جب ان لوگون کو یہ معلوم تھا کہ صلوات بمعنی کنایس عبرانی لفظ موجود ہے تو صلاۃ بمعنی نماز کی لغوی تحقیق کے لیے اس کوہ کندن وکاہ برآوردن سے کیا فائدہ تھا،

آگے چلکر مولانا لکھتے ہین کہ اب ثابت ہو گیا کہ یہ لفظ آرامی ہے جس کے معنی عبادت گاہ کے ہین، اور قرآن شریف مین لفظ صلوٰۃ کے یہی ابتدائی معنی ہین، آپ فرماتے ہین کہ عربی کا کوئی لفظ اس مفہوم کو خوبی کے ساتھ ادا نہین کر سکتا، جیساکہ آرامی لفظ صلوتا کی شکل معرب،

کیا خوب! یہ تو آپ نے سچ فرمایا کہ اس سے بہتر اور کوئی لفظ اس مفہوم کو ادا نہین کر سکتا تھا، مگر اس سے یہ کہان ثابت ہو گیا کہ یہ عربی لفظ نہین، آپ تو محض لفظ "صلوۃ" کی بابت یہ فرماتے ہین اور میرا اعتقاد ہے کہ قرآن مین جو لفظ جہان جو مفہوم ادا کر رہا ہے اس جگہ اس سے بہتر اور کوئی لفظ اس مفہوم کو ادا نہین کر سکتا،

اس بحث کے بعد آگے چلکر آپ فرماتے ہین کہ قرآن مین صلوٰۃ کے معنی "مسجد" ہی کے نہین ہین، بلکہ دعا و استغفار کے بھی ہین جسکی تائید مین آپ نے ایک حدیث شریف نقل کی ہے، من دعی الی الولیمۃ فلیجب وان کان صائمًا فلیصل، اس مین ایک ٹکڑا ان کان مفطرًا فلیاکل رہ گیا ہے، مولانا کے حدیث نقل کرنے سے معلوم ہوا کہ مولانا احادیث کے قائل ہین، لفظ "صلوٰۃ" کے معنی مشخص و معین کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ یہ بتایا جائے کہ خود آنحضرت صلعم نے کیا معنی بتائے ہے اور سامعین نے نزول قرآن کے وقت کیا معنی سمجھے، اور یہ صرف احادیث صحیحہ سے معلوم ہو سکتا ہے، صحاح ستہ کی ایک حدیث بھی مولانا پیش نہین کر سکتے جس مین اقیموا الصلاۃ کے معنی قیموا المسجد ہو

مولانا کے معتقد بالحدیث ہونے سے مطمئن ہو کر کچھ احادیث سند مین پیش کرونگا مگر ذرا آگے چل کر مولانا نے ابوالبقا کا قول نقل کیا ہے: صلوۃ الرب علی النبی تعظیم الحرمۃ، وصلوۃ الملائکۃ اظہار الکرامۃ وصلوۃ الامۃ طلب الشفاعۃ، اس کے متعلق کچھ اختلاف نہین لیکن اس سے ذرا آگے چلکر مولانا نے راغب اصفہانی کا قول نقل کیا ہے،

الدعاء یکون بالخیر والشر، والصلوۃ لاتکون الا فی الخیر۔ ۔ ۔ وکل موضع مدح اللہ تعالیٰ بفعل الصلوۃ اوحث علیہ ذکر بلفظ الاقامۃ، نحو والمقیمین الصلوٰۃ وغیرہ یہ تمام اقتباس مولانا کے خلاف ہے، اسلیے اصفہانی نے "صلاۃ" کے معنی دعائے خیر کے لیے ہین، مگر یہان مولانا نے راغب اصفہانی کے مفہوم کو غلط سمجھا ہے، اصفہانی کا منشا صرف یہ ہے کہ "صلوا الصلوۃ" و "اقیموا الصلوۃ" مین بڑا فرق ہے، اقامۃ الصلوۃ کے معنی یہ ہین کہ نہایت عمدگی تعدیل ارکان وطمانیت قلب کیساتھ نماز پڑھی جائے، یہ بحث آگے آئیگی، رہا ان کا یہ کہنا کہ مصلین منافقین کے لیے مستعمل ہوتا ہے، صحیح نہین، کیونکہ مصلین کے معنی نماز پڑھنے والون کے ہین، نہ کہ ریاکار نمازیون کے البتہ جب اس کے ساتھ ایسا قرینہ آجاتا ہے جس کے معنی ریا و نفاق کے ہون تو البتہ اس سے ریاکار نمازی مراد ہوتے ہین، مثلاً آیت کریمہ فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون الذین ہم یراؤن مین مصلین کے معنی مین بقیہ الفاظ کی وجہ سے برے معنی داخل ہو گئے، اور رہی یہ روایت "ان المصلین کثیر والمقیمین بہا قلیل" اس کا یہ مطلب ہے کہ سرسری طور پر نماز پڑھنے والے بہت ہین مگر تعدیل ارکان کے ساتھ نماز ادا کرنے والے کم ہین، ورنہ کلیتہً یہ کہدینا کہ مصلین ہمیشہ منافقین کے لیے آیا صحیح نہین، کیونکہ صلّی ایک سے زیادہ مقامات پر عمدہ مفہوم کے ساتھ قرآن مین مستعمل ہوا ہے، مثلاً

۱- الذی ینہیٰ عبدًا اذا صلّی، چونکہ یہ سورہ علق کی آیت ہے، بہت ممکن ہے کہ

عبد مصلی سے مراد جناب رسالتمآبؐ ہی ہون،

۲- وذکر اسم ربہ فصلّی

۳- فلا صدق ولا صلّی

۴- انا اعطیناك الكوثر فصلّ لربك وانحر

خود لفظ مصلین بھی دو جگہ اچھے معنی مین مستعمل ہوا ہے؛

۱- الا المصلین الذین ہم علی صلاتہم دائمون،

۲- ولم نك من المصلّین،

اس کے بعد مولانا فرماتے ہین کہ ہم 'نمازگاہ' کے علاوہ لفظ صلوٰۃ ان اور چار معنون مین مستعمل ہونا فرض کیے لیتے ہین،

۱- یعنی دعا عموماً و دعائے خیر خصوصاً

۲- یعنی نماز مقررہ شکل مین،

۳- رحم و مغفرت کی دعا امت کے لیے،

۴- رسول مقبولؐ کے لیے تعظیم و تکریم،

لیکن اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کس موقعہ پر کیا معنی لیے جائین، مولانا نے ان سب آیات کریمہ کی جنمین لفظ صلوٰۃ یا اس کے مشتقات آئے ہین، ایک قریب قریب مکمل فہرست دی ہے کل ۷۰ یا ۷۲ کے قریب قرآن شریف مین صلوٰۃ مع مشتقات کے مستعمل ہوا ہے، مولانا کے نزدیک مندرجہ ذیل اٹھارہ انیس موقعون پر صلوٰۃ، مندرجہ بالا معانی اربعہ مین سے کسی نہ کسی معنی مین مستعمل ہوا ہے،

۱- اولئك علیہم صلوات من ربہم، سورۂ ۲ - آیۃ ۱۵۶

۲- وهو قائم یصلی فی المحراب — سورۂ ۳ آیۃ ۳۸

۳- ان صلاتی ونسکی الخ — 〃 ۶ 〃 ۱۶۲

۴- ما کان صلاتہم عند البیت الا مکاء وتصدیہ — 〃 ۸ 〃 ۳۶

۵- لا تصل علی احد منہم — 〃 ۹ 〃 ۸۴

۶- وصلوات الرسول، — 〃 ۹ 〃 ۹۹

۷- ان صلاتك سكن لہم، — 〃 ۹ 〃 ۱۰۳

۸- اصلوتك تامرك — 〃 ۱۱ 〃 ۸۷

۹- ولا تجہر بصلاتك — 〃 ۱۷ 〃 ۱۱۰

۱۰- الذین ہم فی صلوتہم خاشعون، — 〃 ۲۳ 〃 ۱

۱۱- كل قد علم صلاتہ وتسبیحہ، — 〃 ۲۴ 〃 ۴۱

۱۲- واقمن الصلوٰۃ — 〃 ۳۳ 〃 ۳۳

۱۳- ہو الذی یصلی علیك الخ — 〃 ۳۳ 〃 ۴۲

۱۴- ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی — 〃 ۳۳ 〃 ۵۶

۱۵- قالوا لم نك من المصلّین، — 〃 ۷۴ 〃 ۴۷

۱۶- فلا صدق ولا صلّی — 〃 ۷۵ 〃 ۳۱

۱۷- وذکر اسم ربہ فصلّی — 〃 ۸۷ 〃 ۱۵

۱۸- الذی ینہی عبداً اذا صلّی — 〃 ۹۶ 〃 ۱۰

۱۹- فویل للمصلین — 〃 ۱۰۷

اور بقیہ تمام آیات مین صلوٰۃ کے معنی مسجد کے ہین،

جواب مین اول تو یہ عرض ہے کہ اٹھارہ انیس آیتون کی بابت آپنے جو یہ لکھا ہے کہ یہان معانی اربعہ مراد لیے جا سکتے ہین، اسکی دو صورتین ہین، ایک تو یہ کہ ہر جگہ چار دن معنی مراد لیے جائین دوسرے یہ کہ ہر مقام پر ان مین سے کوئی ایک معنی مراد لیے جائین، پہلی صورت تو یقیناً غلط ہے، رہی دوسری صورت مولانا نے کوئی تصریح و تشریح نہین فرمائی کہ کس جگہ کون سے معنی لیے جائین، صلوٰۃ کل پانچ معانی ہوئے، ایک مسجد اور چار اوپر لکھے ہوئے، آپ نے امتیاز کرنے کے لیے چار کو انیس آیات کے لیے مخصوص رکھا اور ایک کو بقیہ مقامات کے لیے، کیا آپ سے یہ جائز طور پر توقع نہین کی جا سکتی کہ آپ ان معانی اربعہ کے لیے بھی مزید تشریح فرما دیتے، کہ کہان کیا معنی لیے جائین، جب آپ صلوٰۃ کو آرامی لفظ قرار دیکر نماز گاہ کے معنی مین لیتے ہین تو اسی لفظ "صلوٰۃ" کو بعض آیتون مین دعا اور نماز عرفی وغیرہ کے معنی مین اور بعض آیتون مین مسجد کے معنی مین کس اصول کی بنا پر سمجھ سکتے ہین، جب ہر جگہ وہی لفظ وہی اصل، پھر اختلاف کیسا آپ معانی اربعہ مین نماز شرعی کے مفہوم کو بھی شامل کرتے ہین، تو جب بعض آیات مین صلوٰۃ کے معنی نماز مقررہ کے ہین، تو پھر جہان کہین آپنے اسے مسجد کے معنی مین لینا چاہا ہے، وہان بھی نماز ہی کے معنی لینے مین کیا قباحت لازم آتی ہے کہ آپ کو اس قدر کاوش کرنی پڑی،

ان آیات پر جسمین "صلوٰۃ" بقول مولانا مسجد کے معنی مین آیا ہے، نظر ڈالنے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات مین صلوٰۃ زیادہ تر مفعول واقع ہوا ہے، اقامت کا اور ایک ایک دو دو جگہ امر، قضے، محافظت، قصر، قیام الی، استعانت بہ وغیرہ کا،

مولانا فرماتے ہین کہ "اقامۃ الصلوٰۃ" کے معنی عام طور پر نماز ادا کرنے کے لیے جاتے ہین، مگر میری تحقیق کے مطابق اس کے "معنی مسجد قائم کرنا ہین۔ آگے چلکر مولانا نے مسجد کی اہمیت اور جماعت کی تاکید کا ذکر کیا ہے، جس سے کسی مسلمان کو کچھ اختلاف نہین ہو سکتا، لیکن یہ اہمیت

و تاکید اس صورت مین بھی قائم رہتی ہے جبکہ صلوٰۃ کو نماز ہی کے معنی مین لیا جائے، اگر جماعت کی افضلیت اور مسجد کی اہمیت سے انکار ہوتا تو البتہ صلوٰۃ کے معنی مسجد ثابت کرنے کی کوشش بکار آمد اور نتیجہ وہ ثابت ہوتی، اب تو یہ کوشش تحصیل حاصل ہے، بشرطیکہ کوئی خاص فرق نہ بیان کیا جائے، لیکن مولانا نے ایک خاص بات پیدا کی ہے جو اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جبکہ اقامۃ الصلوٰۃ مین صلوٰۃ کے معنی مسجد کے لیے جائین، اور وہ یہ ہے کہ نماز کی معینہ صورت صرف جماعت کے لیے مخصوص ہے، منفرد شخص کے لیے نماز مقررہ آداب رکوع و سجود سے ادا کرنا ضروری نہین، عام اعتقاد تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد مین جاکر یا جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے اور تنہا نماز بشکل عبادت مخصوصہ ادا کرے، تو اقیموا الصلوٰۃ کے فرض سے سبکدوش ہو جائے گا، گو وارکعوا مع الراکعین کی تعمیل سے محروم رہیگا، اور اگر نہ جماعت کے ساتھ اور نہ تنہا نماز بشکل مخصوص ادا کرے تو وہ دونون حکمون کی عدم تعمیل کا ذمہ دار ہے، حقیقۃً یہ ایک بالکل نیا خیال ہے، اس خیال کو کہ یا تو نماز پڑھو جماعت کے ساتھ، ورنہ ضروری نہین، ثابت کرنے کے لیے مولانا نے، لفظ صلوٰۃ کے معنی مسجد مقرر کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ فی الواقع تحصیل حاصل کے ذیل مین نہین آ سکتی،

اب ہمین یہ دیکھنا ہے کہ صلوٰۃ کے معنی مسجد کے ہو سکتے ہین یا نہین، اس کے لیے مندرجہ ذیل امور پیش نظر رکھے،

۱- ہم اوپر ثابت کر آئے ہین کہ "صلوٰۃ" عربی کا لفظ ہے، کسی لغت کی کتاب مین اس کے معنی مسجد کے نہین لکھے، خود آرامی زبان مین اس کے معنی جھکنے وغیرہ کے ہین نہ کہ نماز گاہ کے، قرآن شریف کی ایک آیۃ، لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد مین صلوات کے معنی سب اہل لغت نے کنائس الیہود کے لیے ہین نہ کہ مساجد کے، کیونکہ مساجد کا لفظ خود آگے موجود ہے،

اور آیۃ لا تقربوا الصلوٰۃ مین صلوٰۃ کے معنی یا تو نماز کے ہین، یا مواضع الصلوٰۃ کے، بحذف مضاف،

۲۔ اگر صلوٰۃ کے معنی بفرض محال عبادت گاہ کے ہین تو اس سے مراد معابد الیہود لیے جا سکتے ہین، نہ کہ مساجد المسلمین، جسطرح اردو مین لفظ گرجا سے مسلمانون کی مسجدین مراد نہین ہوتین،

۳۔ خود مولانا تسلیم کرتے ہین کہ بعض آیات مین صلوٰۃ کے معنی نماز مقرر کے ہین،

۴۔ اقامت الصلوٰۃ مین اگر صلوٰۃ بمعنی مسجد ہے تو اقام المسجد بھی جائز ہوگا مگر یہ ترکیب نہ قرآن مین نہ حدیث مین نہ ادب مین کہین نہین آئی، اگر بفرض محال یہ ترکیب صحیح بھی ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ مسجدین قائم کرو، تو اس صورت مین تین قباحتین ہین،

(الف) محض مساجد بنا دینا یا قائم کر دینا کافی ہے،

(ب) ہر شخص کیلئے مسجد قائم کرنا فرض ہو جائے گا،

(ج) اگر دوام و مواظبت کا مفہوم بھی لیا جائے، تو اس کے یہ معنی ہون گے کہ ہمیشہ مسجدین قائم کرتے رہو، یعنی ہر مسلمان کے لیے ایک دفعہ مسجد قائم کر دینا کافی نہین بلکہ ہمیشہ مسجدین بناتا رہے، یہ مذہب کیا ہوا آفت جان ہوگیا،

۵۔ فاذا قضیتم الصلوٰۃ فانتشروا مین مولانا کے نزدیک صلوٰۃ کے معنی مسجد کے ہین، مگر کیا لغۃً و محاورۃً اذا قضیتم المدرسۃ یا اذا قضیتم المسجد کے یہ معنی ہو سکتے ہین، "جب تم مدرسہ یا مسجد سے فارغ ہو جاؤ، اگر صلوٰۃ کے معنی نماز کے لیے جائین تو کچھ قباحت نہین،

۶۔ اقامت کے معنی قابل لحاظ ہین، سب مفسرین بالاتفاق لکھتے ہین کہ اقامت الصلوٰۃ کے معنی تین ہو سکتے ہین (الف) تعدیل ارکان، کیونکہ اقام العود کے معنی لکڑی سیدھی کرنے کے ہین، یقیمون الصلوٰۃ ای یعدلون ارکانھا و یحفظونھا من ان یقع زیغ فی افعالھا، یا (ب) مواظبت کیونکہ محاورہ اقام السوق کے یہی معنی ہین، یا (ج) مستعدی و آمادگی و اہتمام تام بالامر، اقامہ اذا جد فیہ

ان تینون معنون مین سے عام مفسرین نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے، کیونکہ قرآن پاک مین دوسرے لفظ کے ساتھ اقامت اسی معنی مین استعمال ہوا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اقیموا الوزن، ابن جریر نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ اقامۃ الصلوٰۃ اتمام الرکوع والسجود والخشوع الخ، ابن الاثیر نے بھی یہی معنی لکھے ہین، یہ جو تین معنی اقامت کے اوپر بیان ہوئے ہین، یہ نماز کے ساتھ بھی مخصوص ہو سکتے ہین نہ کہ مسجد کے لیے،

۶۔ جماعت کی تاکید "اقامۃ الصلوٰۃ" سے ثابت نہین ہے، بلکہ دوسری آیتون، مانند وارکعوا مع الراکعین وغیرہ سے منصوص ہے،

۷۔ مولانا آیۃ کریمہ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ مین صلوات سے عام مساجد اور صلوٰۃ وسطے سے مرکزی مسجد یعنی کعبۃ اللہ مراد لیتے ہین،

آج تک کسی مفسر نے یہان یہ معنی مراد نہین لیے، سب بالاتفاق نماز مراد لیتے ہین، اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ صلوٰۃ وسطے سے مراد عصر کی نماز ہے،

مین اوپر کہین لکھ آیا ہون کہ مولانا کے معتقد بالحدیث ہونے سے مطمئن ہو کر آگے احادیث نقل کرونگا، اب وہ موقع آگیا ہے، جب کسی لفظ کے مفہوم و معنی سمجھنے کے لیے زید و عمر کے قول سے استدلال کرنے کی ضرورت پڑے تو قول رسول مقبول سب سے زیادہ مقدم و مرجح ہوگا، خصوصاً اس صورت مین جب کہ وہ لفظ ایسے کلام کا ہو جو آپ پر نازل ہوا اور جسکی تعلیم و تلقین آپ ہی نے کی ہو، اس معاملہ مین اہم سوال صحت روایت کا ہے، مگر یہ سوال، ہر عالم لغت کے قول کے متعلق بھی ناگزیر ہے، فرض کیجئے ایک لفظ قرآن کے معنی ایک عالم لغت کچھ بتاتا ہے اور حدیث نبوی مین اس کے معنی کچھ اور ہین، تو آپ کس کو ترجیح دینگے، صحت روایت دونون صورتون مین مشترک ہے، کیونکہ عالم لغت کا قول اوسکی کتاب لغۃ مین درج ہے، اور حدیث نبوی صحاح ستہ یا صحیحین مین درج

ہے، جنکی صحت کا معیار معتبر سے معتبر کتاب کی صحت سے زیادہ ہے،

"صلوۃ وسطے" کے بارہ مین ایک نہین بہت سی حدیثین ہین، چنانچہ ابن جریر نے حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی کی تفسیر مین، احادیث سے پورے تین صفحات بھر دیئے ہین، ملاحظہ ہو، تفسیر طبری جزدوم صفحہ ۳۴۲، اگر مولانا حدیث کے قائل ہین توان کو اتنی احادیث "صلوۃ وسطے" سے نماز عصر مراد ہونے کے بارہ مین دیکھکر مرکزی مسجد کا خیال چھوڑ دینا چاہیے آنحضرت صلعم سے بہتر قرآن کے الفاظ کون سمجھ سکتا تھا،

رہی مولانا کی یہ تجویز کہ جہان صلاۃ کے معنی مسجد کے ہون وہان صلوۃ کو واد کے ساتھ بلا الف لکھا جائے، اسکی بابت ایسی صورت مین جبکہ صلوۃ کے معنی مسجد کے قرار نہین پاتے، کچھ عرض کرنا فضول ہے،

۸۔ مین بحث کی خاطر فرض کئے لیتا ہون کہ اقم الصلوۃ کے معنی مسجد قائم کرنے یا مسجد مین جاکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے ہین، اور یہ بھی مانے لیتا ہون کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ منفرد کے لیے نماز مخصوص ضروری نہین، لیکن جہان محض صلِّ آیا ہے جیسے انا اعطیناک الکوثر، فصل لربک وانحر، وہان صلِّ کے معنی اگر نماز پڑھنے کے نہین تو اور کیا ہین، کیا یہان معنی دعا کے لیے جائین گے، یعنی نعوذ باللہ خدا کے واسطے دعا کرو، یہان مسجد وغیرہ کا کچھ ذکر نہین پس محض یہ معنی ہوئے کہ نماز پڑھو، جماعت کے ساتھ کی کوئی قید نہین، اور صلِّ امر کا صیغہ ہے، لہذا نماز بلا جماعت بھی فرض ہوئی،

تعجب ہے مولانا نے اپنی فہرست مین انا اعطیناک الکوثر کا ذکر نہین کیا، اونکی فہرست مین آخری آیہ فویل للمصلین الخ ہے، ایسی ہی فروگذاشت اُن سے ایک اور آیت کے ساتھ ہوئی، سورہ معارج کی جو یہ آیہ، الذین ہم علی صلاتہم دائمون آپنے نقل کی ہے اوسکے الا المصلین

سے نقل نہین کیا، حالانکہ لفظ مصلین کی وجہ سے یہ حصہ بھی ضرور شامل ہونا چاہیے تھا، یہ نکتہ ابھی اُنکے خلاف ہے، کیونکہ آپ مصلین کو منافقین کے ساتھ مخصوص کرنے کی طرف مائل معلوم ہوتے ہین اور یہان مصلین منافقین کے لیے نہین آیا، بلکہ سچے مسلمانون کے لیے ہے،

۹۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، واستعینوا بالصبر والصلوۃ مولانا نے تو یہ معنی لیے ہین کہ صبر اور مسجد کے ذریعہ مدد لو، مگر مین عرض کرتا ہون کہ یہان صرف نماز کے معنی مراد ہین، کیونکہ اگر اسکے معنی مسجد یا نماز جماعت کے لیے جائین تو یہ قباحت ہے کہ اگر کوئی ایک مسلمان اپنی قوم سے علیحدہ سفر مین، دشت مین، یا دشمنون مین گھر جائے تو وہ اس صورت مین صبر تو کر سکتا ہے، مگر مسجد یا جماعت کہان سے لائیگا، خداوند تعالی نے مصائب وآفات کے مقابلہ کرنے کا جو نسخہ بتایا ہے وہ اسی وقت قابلِ عمل ہے جب کہ وہ اپنے ہم مذہبون مین ہو، تنہائی کی صورت مین اس نسخہ کا نصف حصہ بیکار ہے لیکن اگر آپ صلوۃ کے معنی نماز کے معنی لین تو یہ صورت ہر جگہ ممکن ہو، صبر اندرونی کیفیت اور نماز بیرونی حالت ہے، جس طرح صبر ہر صورت مین ممکن ہے اُس طرح نماز بھی ہر جگہ ممکن ہے، استعینوا امر کا صیغہ ہی لہذا استعانت بالصبر والصلاۃ کی اہمیت سے انکار نہین کیا جا سکتا،

۱۰۔ احادیث سے ثابت ہے کہ منفرد شخص کے لیے بھی نماز بشکل عبادت مخصوصہ فرض ہے،

الہ مولانا اپنے اس دعوے کی تائید مین فرماتے ہین کہ نماز، دعا اور ذکر سے مختلف ہے، اور دعا اور ذکر کے لیے کوئی خاص شکل وصورت مقرر نہین مجھے تسلیم ہے لیکن اس سے یہ کہان ثابت ہوتا ہے کہ نماز مخصوص منفرد کے لیے کتاب موقوت نہین، نماز کے دعا و ذکر سے مختلف ہونے سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر خدا سے دعا مانگین یا اس کا ذکر کرین تو کسی خاص طریقہ کی پابندی کی ضرورت نہین، مگر آپ تو خود تسلیم کرتے ہین کہ نماز دعا و ذکر سے جداگانہ چیز ہے، پھر دعا و ذکر کا کسی صورت و شکل سے مقید نہ ہونا، انفرادی نماز کے کسی صورت سے مقید نہ ہونے کا کیونکر

مستلزم ہو سکتا ہے، اب جماعت کی نماز کے بے مخصوصہ آداب کی فرضیت کہان سے لے آئے ہین، اقم الصلوۃ کے معنی مسجد مین نماز پڑھنے کے سہی مگر اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ نماز مقررہ شکل مین یعنی اسلامی نماز پڑھو، کیا محض اقامتہ الصلوۃ کے معنی مسجد مین، اسلامی نماز پڑھنے کے ہو گئے، اگر یہ ہے، تو جہان نماز بے مسجد کے ہوگی وہ بشکل مقررہ ہوگی،

بہرحال مولانا نے اپنے طویل فاضلانہ مقالہ مین لفظ صلوۃ کی بابت تلاش و جستجو کر کے جو نتیجہ نکالا ہے وہ صحیح نہین ہے، مولانا کی خدمت مین باادب و احترام گذارش ہے کہ جو کچھ اوپر عرض کر آیا ہون اسکو بہ نظر غور ملاحظہ فرما کر اپنے تفحص و کاوش کے نتیجہ پر نظر ثانی فرمائین،

وما توفیقی الا باللہ،

نفسیات ترغیب

مصنفہ

پروفیسر وہاج الدین صاحب اورنگ آباد کالج

کسی انسان کو کسی کام، یا چیز یا تحریک کے لیے کیونکر آمادہ کر سکتے ہین اور اسکو ترغیب اور شوق دلا سکتے ہین، اس کے نفسیاتی اصول کیا ہین، اس کتاب مین انھین اصول کی تشریح ہے، تجارت، اشتہارات اور تقریر و وعظ مین ہر جگہ ان اصول کی رعایت کی ضرورت ہے، اس لیے تجار کے مشتہرین، واعظین، مدرسین اور وکلا سب کو اس کتاب کی ضرورت ہے۔

قیمت :- ۶/

"منیجر"

مزدک

از

جناب سید وقار احمد صاحب متعلم ایم اے جامعہ عثمانیہ،

مزدک[1] کی شخصیت اور مذہب کے متعلق صحیح رائے قائم کرنا اس لئے مشکل ہے کہ اس کے جو حالات ہم تک پہونچے ہین وہ صرف زردشتیون ہی کے ذریعہ سے پہونچے ہین، ان سے اس بات کی توقع رکھنی کہ انھون نے مزدک اور اس کے عقائد کی صحیح معنون مین ترجمانی کی ہوگی، بے سود ہے،

مزدک کا زمانہ چونکہ چھٹی صدی عیسوی کا تھا، اس لئے اس کے حالات کا بھی اچھی طرح معلوم کرنا مشکل ہے، تاہم اس کے جو حالات مختلف کتابون مین درج ہین ہم ذیل مین بیان کرتے ہین،

قباد (غباد) اپنے بھائی کے بعد ۴۸۸ء مین تخت نشین ہوا، اس کے دس سال حکومت کرنے کے بعد (یعنی ۴۹۸ء مین) مزدک نیشاپوری نے مدائن مین اگر پیغمبری کا دعوی کیا، اس کے مذہب مین زردشتی شریک ہونے لگے، قباد کو بھی اس کا مذہب پسند آیا، اور اس کا بدل و جان فریفتہ ہو گیا، اور وہ مزدک کی ہر بات کو مانتا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو اپنے مذہب کی اشاعت کا اچھا موقعہ ملا، اب وہ اپنی مرضی کے موافق ہر کام کر سکتا تھا،

---

[1] براؤن، [2] علامہ سر اقبال The Development of Metaphysics in Persia صفحہ (۱۸) سطر (۱۵) مین تحریر فرماتے ہین کہ یہ اجتماعیت کا پہلا پیغمبر مزدک انوشیروان کے عہد حکومت (۵۳۱-۵۷۸) مین ظہور پذیر ہوا، برخلاف اس کے قاموس العلوم انگریزی براؤن، معجم البلدان، البیرونی و جوامع الحکایات، اور نامۂ خسروان مین لکھا ہے کہ مزدک قباد کے زمانہ مین آیا، اس کی وفات کے متعلق اگر براؤن اور قاموس العلوم انگریزی کے بیان کو تسلیم کر لیا جائے تو اس پر ثابت ہوتا ہے کہ انوشیروان کی سلطنت کے آغاز سے تین سال قبل یعنی ۵۲۸ء مین اس کا خاتمہ ہو گیا تھا،

[3] Encyclopaedia Britanica Volume XXI P 223

معجم البلدان صفحہ (۲۹۴) اور نامۂ خسروان،

بادشاہ کے منظورِ نظر ہونے کی وجہ سے اس کی جرأت بڑھ گئی تھی، چنانچہ اس نے نوشیروان کی ماں کو اپنے حرکات سے رنجیدہ کردیا، جب قباد کے امرا نے یہ بات دیکھی تو انھون نے اس کو قتل کرنا مناسب سمجھا، اس لئے قباد کو گرفتار کرکے قید کردیا، مگر وہ اس قید سے نکل بھاگا، اور کثیر فوج کے ساتھ ایران پر حملہ کرکے اپنے بھائی جاماسب اور دوسرے امرا کو گرفتار کرلیا، بعد مین اس نے سب کو معاف کردیا، اس سے قباد کے خیالات مین تبدیلی ہوئی اور اس نے مزدکیون سے کنارہ کشی اختیار کرلی، قباد نے ۴۳ سال حکومت کے بعد ۵۳۱ء[1] مین وفات پائی، اس طرح تقریباً ۳۲ سال تک مزدک کو اپنے مذہب کی تلقین کا اچھا موقع ملا،

قباد کے بعد نوشیروان تخت نشین ہوا، اس نے اپنا فرض اولین سمجھا کہ مزدک اور اس کے پیرووُن کو کسی نہ کسی طرح قتل کرڈالے، پہلے اس نے چند مزدکیون پر اپنی مہربانی ظاہر کی، اس کے بعد راز مین تمام صوبہ دارون کو لکھ بھیجا کہ جہان کہین کوئی مزدکی نظر آئے اسے قتل کرڈالا جائے، اپنے پایۂ تخت مین اس نے مزدکیون سے کہا کہ وہ بھی ان کے مذہب مین شریک ہونا چاہتا ہے، اور اپنے نئے مذہب پر ایمان لانے کا اعلان سب کے سامنے کریگا، اس طرح دھوکے سے اس نے تمام مزدکیون کو ایک باغ مین دعوت دی اور وہان ان کے عالمِ بقا کو پہونچانے کا انتظام کر رکھا تھا، جون ہی وہ لوگ باغ مین قدم رکھتے تھے، نوشیروان کے سپاہی انھین گرفتار کرکے قتل کرڈالتے

[1] قاموس العلوم انگریزی صفحہ ۲۹۴ مین مزدکیون کے قتل عام کی تاریخ ۵۲۸ء لکھی ہے، اس طرح یہ واقعہ مزدک کے مرنے سے تین سال قبل ہوا، مگر "جوامع الحکایات" کے مقدمہ (صفحہ ۱۴۸ حکایت ۱۸۲ ۱۸۳) اور نامۂ خسروان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ مزدکیون کا قتل عام نوشیروان کے تخت نشین ہونے کے بعد ہوا، اس لحاظ سے ۵۳۱ء مزدک کی وفات اور مزدکیون کے قتل عام کی ہونی چاہئے، تاہم اس کے متعلق بہت اختلاف ہے،

اور الٹا دفن کردیتے، اس طرح جب ان سب کا خاتمہ ہوگیا تو اس نے مزدک کو دعوت دی، اور اس کے ہمراہ تفریح کرتا ہوا اسی مقام پر آیا، جہان سب مزدکی دفن کئے گئے تھے، نوشیروان نے مزدک سے کہا، "لو یہ تو تمھارے ہی برے مذہب کا نتیجہ ہے" اس کے بعد اس نے اشارہ کیا اور اس کے سپاہیون نے اس کو گرفتار کرلیا اور اسی باغ مین جو مقام اس کے لئے مقرر کیا گیا تھا، زندہ دفن کردیا گیا، اس طرح ایک دن مین ۸۰ ہزار[1] مزدکی مارے گئے، جب یہ ہولناک واقعہ ظہور مین آیا اس وقت ایک ایرانی (Theophanes) نامی موجود تھا، یونانی مورخین Johnna اور (Matheus) Lalas نے ان کا بیان لکھا ہے، مزدک اور مزدکیون کے قتل کے وقت بادشاہ کا عیسائی طبیب (Bazes) بھی موجود تھا، اس طرح ان اہم واقعات کی عینی شہادتین موجود ہین،

مزدک کے مذہبی اصول کے متعلق یہ نہین کہا جاسکتا کہ آیا یہ اصول اسی کے ہین، یا کسی دوسرے شخص کے، بعض ماخذون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصل مصنف خرزان (Kharrezan) ہے، جو فارس کے ایک صوبہ کا باشندہ تھا،

سر اقبال فرماتے ہین کہ، اس کے مذہب کی نہایت ہی اہم خصوصیت اجتماعیت (Communism) ہے، جس کو وہ مانی کے عمومی فلسفہ کے مقابلے مین ایک ادنی چیز سمجھتے ہین، سیاسی

[1] "جوامع الحکایات" صفحہ ۱۴۸ حکایت ۱۸۲ - ۱۸۳، نامۂ خسروان اور قاموس العلوم انگریزی سے قتل عام کا ہونا مسلم ہے، صرف قتل عام کی تاریخ کے متعلق مؤرخین مین اختلاف ہے، برخلاف اس کے براؤن کہتے ہین، کہ کثیر التعداد مزدکیون کا جو ۵۲۸ء کے اختتام یا ۵۲۹ء کے آغاز پر مقتول ہوئے، ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ تمام ایک ہی دن مین مارے گئے، درست نہین معلوم ہوتا کیونکہ نوشیروان کی حکومت کے آغاز مین ۵۳۱ء مین مزدکیون سے بچنے کیلئے پھر کارروائی عمل مین آئی تھی، اس کے بعد بھی گو بظاہر نہین مگر پوشیدہ طور پر یہ فرقہ باقی رہا،

حیثیت سے اس کا مقصد امرا اور دستورون کی قوت کو گھٹانا تھا، مجوسی مزدک کو دہریہ سمجھتے تھے جو گوشت نہین کھاتا تھا، منو چہر نے اپنے مذہب مین خون ریزی جائز کر دی تھی، یہی عنصر مزدک کے بھی مذہب کا تھا، زردشتی اس کی مذمت کرتے ہین،

مزدک[1] نے لکھا ہے، کہ ابتدائے عالم سے جہان کے دو صانع ہین، ایک فاعلِ خیر جس کو یزدان کہتے ہین، یہ ایک نور ہے، دوسرا فاعلِ شر یعنی اہرمن جس کو ظلمت کہتے ہین، اور تارکی سے تعبیر کرتے ہین، یزدان نیکی کا خدا ہے، اس سے بجز نیکی کے اور کچھ ظہور مین نہین آتا، چنانچہ عقول النفوس، افلاک، کواکب وغیرہ یزدان ہی کے پیدا کئے ہوئے ہین، اس لئے اہرمن جس کا کام برائیون کا پیدا کرنا ہے، ان پر قادر نہین ہے، عناصر اور مرکبات بھی یزدان کے پیدا کئے ہوئے ہین، مگر ان مین اہرمن کو دخل ہے، مثلاً آگ جلاتی ہے، زہر جاندار کو ہلاک کرتا ہے، پانی کشتی کو ڈبو دیتا ہے، ان تمام افعال مین نقصان رسانی پائی جاتی ہے، جو اہرمن کا خاصہ ہے، چونکہ اہرمن کو فلک پر جانے اور فتنہ برپا کرنے کی قوت نہین ہے، اس لئے عالم بالا کا نام جنت رکھا ہے، اور زمین جس مین اہرمن کا بھی تصرف ہے، اور ہمیشہ اہرمن کے افعال یزدان کے مخالف ہوتے ہین، اس لئے اس کا نام دوزخ مقرر کیا ہے، اہرمن کی اتنی قدرت نہین ہے، کہ وہ آسمان پر بھی اپنا تصرف کر سکے، اس حیثیت سے وہ یزدان سے کمزور ہے، اس لئے وہ زمین پر پوری پوری مخالفت کرتا ہے، اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ جو یزدان پرست ہین، ان کو بہکائے اور تکلیف پہونچائے، تاکہ وہ اس سے برگشتہ ہو جائین،

وہ لوگ جو دنیاوی تکلیفون سے ڈر کر یزدان پرستی کرنے سے باز رہتے ہین، ان کی روح عالم سفلی مین پڑی رہتی ہے، یہی اس کے لئے دوزخ ہے، اور جو لوگ اہرمن کے افعال سے ڈر کر

---

[1] کتاب الملل والنحل صفحہ (۱۹۲) تاریخ کامل (۱۵۲) نامۂ خسروان اور (The Development of metaphysics in Persia)

یزدان پرستی کرتے ہین اور تکلیفون اور مصیبتون کو برداشت کرتے ہین، ان کے مرتے ہی ان کی روحین آسمان پر چلی جاتی ہین، اور وہ یزدان کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہین، یہی ان کے لئے جنت ہے، اس لئے انسان کو اہرمن کے دام مین نہین آنا چاہئے،

مزدک نے ہستی کے دو پہلو بیان کئے ہین، ایک "رشید" ہے، جس کے معنی نور کے ہین، دوسرا تار یعنی ظلمت، انھین دو پہلوؤن کو اہرمن اور یزدان کے نام سے تعبیر کیا ہے، وہ نوری افعال کو اختیاری اور ظلمت کو اتفاقی خیال کرتا ہے، نیکی کا سرچشمہ نور ہے، اور شر و فساد کا ظلمت، اب نور کے اجزا ظلمت سے جدا ہو گئے ہین جب وہ ملین گے تو اس وقت قیامت ہو گی،

اس نے اصول و ارکان تین بیان کئے ہین، یعنی پانی، مٹی، اور آگ، چونکہ یہ سب باہم ملے ہین، ان کی آمیزش سے مدبرِ خیر و شر کے حادثات پیدا ہوئے ہین، جو کچھ ان کی حالت سے حاصل ہوا وہ مدبرِ شر ہے،

یزدان کے متعلق اس کا خیال ہے کہ وہ حساس ہے اور عالم اعلیٰ مین ایک کرسی پر اسی طرح بیٹھا ہے، جس طرح ایک بادشاہ بیٹھتا ہے، اس کے حکم بردار چار ہین، جو اس کی پیشی مین رہتے ہین، بازکشا یا دودھ، دانا، سور یعنی قوتِ تمیز، و قوتِ حفظ و قوتِ فہم و قوتِ سرور، انھین پر یزدان کے کاروبار کا دار و مدار ہے، اس سے کسی قدر مرتبہ مین کم سات شخص ہین، وہ بھی دربار مین حاضر رہتے ہین، وہ یہ ہین، سالار، پیشکار، بالون، دیروان، کاروان، دستور، کودک،

ان ساتون مین بارہ روحانی قوتین ہین، خوانندہ، دہندہ، ستانندہ، برندہ، خورندہ، دوندہ، خیزندہ، کشندہ، زنندہ، کنندہ، آیندہ، شوندہ، پایندہ، جب کسی شخص مین یہ تمام صفات پیدا ہو جائین گے، اس کا درجہ خدا کے برابر ہو گا، اور اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی،

مزدک لوگون کو جنگ و جدال سے منع کرتا تھا، جو اکثر عورتون اور اموال کی وجہ

ہوتا ہے، اس لئے اس نے عورتون کو حلال کیا اور اموال کو جائز رکھا، (وکان مزدک ینھی الناس عن المخالفة والقتال ولما کان اکثر ذلک انما یقع لسبب النساء والاموال فاحل النساء واباح الاموال) اس طرح اس نے کہا کہ عورتون کو آزادی دینی چاہئے اور مال سب مین مساوی تقسیم کیا جائے، کوئی زیادہ مال رکھنے کا مستحق نہین ہے، کیونکہ ایک شخص صاحب جاہ ومنصب ہو دوسرا نادار، یہ انصاف کے خلاف ہے، اس پر فرض ہے کہ وہ اپنی دولت کو نادارون پر برابر تقسیم کردے، عورتون کے متعلق وہ کہتا ہے کہ یہ بڑا ظلم ہے کہ عورت تو حسین ہو اور اس کا مرد قبیح، انصاف اور عین دین یہ ہے کہ مرد اپنی جمیلہ بیوی کو چند روز کسی ایسے مرد کو عطا کرے جس کی زوجہ بدصورت ہو، تاکہ وہ اس سے کچھ دنون لطف اٹھائے، جو شخص اس قسم کی قسمت سے راضی نہ ہو اس کو مجبور کرنا چاہئے،

بعض مصنفون کا خیال ہے کہ مزدکی مذہب منوچہر مذہب کی طرح مسلمانون کے زمانہ تک باقی رہا، اور یہی خیالات بعد کے فرقون مین ظہور پذیر ہوئے، اسی خیال کو نظام الملک نے سیاست نامہ مین نہایت شدومد سے بیان کیا ہے، اور اسماعیلیون کو جن سے اسے دلی نفرت تھی، مزدکیون کی اولاد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے،

اس مذہب کے مشہور پیرو مندرجہ ذیل بیان کئے جاتے ہین، جو مختلف زمانون مین تھے، فرہاد، سیراب، آئین، ہوش، محمد، قلی گرد، اسماعیل بیگ، احمد ائی غزنی، اصفہان کے مضافات مین اس مذہب کے لوگ زیادہ رہتے تھے، اسلام کے عہد مین انھون نے اپنے نام مسلمانون سے رکھ لئے، تاکہ ان کے اصلی مذہب کا راز فاش نہ ہوجائے،

فضائے آسمانی

یا

جوِّ سماء

از مولوی حامد حسن قادری لکچرار سینٹ جانج کالج آگرہ

ایک ہیئت دان کا قول ہے کہ "آسمان کی فرضی تصویر جو مثل خلائے گنبد کے زمین کے افق سے افق تک پھیلی ہوئی نظر آتی ہے عظیم الشان اور نہایت عظیم الشان ہے، اور مین دل سے چاہتا ہون کہ مین آسمان کے اس تصور سے آگے نہ بڑھا ہوتا، لیکن اصلی آسمان عجیب پرہیبت چیز ہے، وہان اول ایک ایسی وسعت ہے جہان سے شان ورفعت کا آغاز ہوتا ہے، اس کے بعد ایسی وسعت آتی ہے جہان سے عظمت وجلال شروع ہوتا ہے، اس کے بعد ایسی وسعت پیدا ہوتی ہے جہان سے قہارانہ متانت کی ابتدا ہوتی ہے، اس کے بعد ایسی وسعت نمایان ہوتی ہے جہان سے ہیبت شروع ہوتی ہے، اس کے بعد ایسی وسعت ظاہر ہوتی ہے جہان سے وحشت کا آغاز ہوتا ہے، اور اس وسعت سے وسعتِ عالم کا خفیف سا اندازہ ہوتا ہے، اگر تم خوش وخرم ہو اور ایسا ہی رہنا چاہتے ہو تو علم ہیئت کے مطالعہ کا نام نہ لو، تمام علوم وفنون مین علم فلکیات سب سے زیادہ دہشت خیز و وحشت انگیز ہے، لیکن اگر تم اپنے مستقبل کے لئے مضطرب وپریشان ہو تو فوراً علم ہیئت کا مطالعہ کرو اور تمھاری پریشانیان کم ہوجائین گی، لیکن یہ کمی عجیب وغریب ہوگی، یعنی دنیا کی ہر چیز کی اہمیت وعظمت تمھاری نظر مین گھٹ جائیگی، خلاصہ یہ کہ علم ہیئت اگر آبِ حیات ہے، تب بھی نہایت خوفناک ہے" اس علم کے مطالعہ سے جو واقعات معلوم ہوتے ہین، اور ایسی ہیبت ووحشت اپنے اندر رکھتے ہین وہ ستارون کی

بے اندازہ کثرت اور ان کے لاتناہی درمیانی فاصلے سے متعلق ہین،

ساحل بحر یا دلدل کے کنارے پر تم نے اکثر جرثقیل کا عمل دیکھا ہوگا، تم دیکھتے ہو کہ ایک ربع میل کے فاصلہ پر ایک بڑا وزن زنجیرون اور آلات کے ذریعہ سے ہوا مین معلق ہے، پھر تم وزن کو نیچے گرتے دیکھتے ہو، وہ زمین پر آتا ہے، اور پھر اوپر کی سمت واپس جاتا ہے، جب دو یا تین فٹ زمین سے بلند ہو جاتا ہے، تو تم یکایک ایک تیز آواز سنتے ہو، اور بڑی کوشش اور غور کے بعد دریافت کر سکتے ہو کہ وہ آواز ایک سکنڈ قبل پیدا ہوئی تھی، یعنی آواز کے پیدا ہونے اور تمھارے کان تک پہونچنے کے درمیان مین اتنا وقت گذر گیا کہ عمال جرثقیل نے وزن کو زمین سے تین فٹ اوپر کھینچ لیا، آواز ایک سکنڈ مین ایک رُبع میل سے کچھ کم فاصلہ طے کرتی ہے، روشنی کے سفر مین بھی کچھ وقت صرف ہوتا ہے، لیکن اسکی رفتار آواز کی رفتار سے بے حد تیز ہے، یعنی ایک سکنڈ مین ایک لاکھ ۸۴ ہزار میل سے بھی کچھ زیادہ فاصلہ طے کر لیتی ہے، تو جو چیز ایک لاکھ ۸۴ ہزار میل کے فاصلے پر ہو ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ چیز ایک "ثانیۂ نور" کے فاصلے پر ہے، یعنی اتنی دور ہے جتنی دور روشنی ایک سکنڈ مین پہونچتی ہے، اب ایک سال مین تین کرور سکنڈ ہوتے ہین، اور آفتاب کی روشنی زمین پر پہونچنے کیلئے آٹھ منٹ لیتی ہے، لہذا بجائے اس کے کہ ہم اس فاصلہ کا حساب میلون سے کرین یون بھی کہہ سکتے ہین کہ آفتاب زمین سے آٹھ "دقیقۂ نور" کے فاصلے پر ہے، (یعنی تقریباً آٹھ کرور نوے لاکھ میل) کس قدر عظیم الشان بعد ہے! اللہ اکبر!

آفتاب اور نظام آفتاب کے سیارون کے باہمی تناسب کا اندازہ کرنے کے لئے فرض کرو کہ ایک فٹ قطر کی طلائی گیند اور بہت سی چھوٹی چھوٹی گولیان جن کے قد مٹر کے دانے اور بچون کے کھیلنے کی گولیون کے درمیان ہین پچاس فٹ سے دو سو فٹ تک کے فاصلے پر رکھی ہوئی ہین، اس طرح کا ایک نمونہ لندن کے میوزیم آف پریکٹیکل جیالوجی مین رکھا ہوا ہے، لیکن ہمارے آفتاب کے علاوہ اور آفتاب یا ثوابت کرورون کی تعداد مین ہین، ان مین قریب ترین ستارہ جسکا نام الفاسین تورس ہے

ہم سے کم سے کم تین سال نور کے فاصلہ پر ہے، ایک سال نور ساڑھے پانچ کھرب میل کے برابر ہوتا ہے، تو یہ قریب ترین آفتاب تقریباً سولہ کھرب میل دور ہوا، اگر اس کی روشنی یکایک گل ہو جائے، تو ہم کو تین سال تک اس واقعہ کا علم بھی نہ ہوگا،

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ غیر متحرک ستارے یا ثوابت جو ہمارے آفتاب کے مثل آفتاب ہین، کتنے ہین؟ سرسری اندازہ یہ ہے کہ زمین کے کرۂ شمالی اور کرۂ جنوبی دونون سے خالی آنکھ سے نظر آنے والے ستارے (کیونکہ قطب شمالی کے کرۂ ارض سے جو ستارے نظر آتے ہین وہ قطب جنوبی کے کرہ سے نظر نہین آتے) تقریباً آٹھ ہزار ہین، تم کہوگے کہ یہ تو کچھ بہت زیادہ نہین ہین، لیکن ٹھہرو اور سنو کہ دوربین کیا کہتی ہے، قوی ترین دوربین کی مدد سے تقریباً دس کرور ستارے نظر آتے ہین جن کی روشنی ان کے فاصلے کی نسبت سے کم ہوتی چلی جاتی ہے، اور دشواری سے دکھائی دیتے ہین، اب ہم اس سے بھی آگے بڑھتے ہین، گزشتہ نصف صدی کے اندر معلومات فلکی مین فوٹوگرافی نے حیرت انگیز وسعت پیدا کر دی ہے، اور "خشک پلیٹ" کی ایجاد نے معلومات کا نیا دروازہ کھول دیا ہے، فوٹوگرافی کی معمولی پلیٹ جس کو ہم "تر پلیٹ" کہہ سکتے ہین دیر تک کھلی رہنے سے خراب ہو جاتی ہے، اور اس پر عکس صاف نہین آسکتا، لیکن خشک پلیٹ گھنٹون کھلی رہ سکتی ہے، ہیئت دان اس ہیئت کو ایک حصہ آسمان کے مقابل قائم کر دیتا ہے اور چار پانچ گھنٹہ کھلا رکھتا ہے، اس ترکیب سے وہ ستارے جو قوی سے قوی دوربین سے بھی نظر نہین آتے اور چند سکنڈ یا چند منٹ مین معمولی پلیٹ پر نمایان نہین ہو سکتے، خشک پلیٹ پر متواتر عکس ریز ہونیکی وجہ سے اپنا نقش ثبت کر دیتے ہین، اور انسان آنکھ سے نہ دیکھ سکنے پر بھی ان کو دیکھ سکتا اور ان کے فاصلے کو ناپ سکتا ہے، اس طرح کرورون نئے ستارون کا وجود ثابت ہو گیا ہے، یہ بے تعداد ستارے مختلف درجات نور رکھتے ہین اور ماہران ہیئت نے ایسے ذرائع ایجاد کر لئے ہین، کہ ان کی جسامت و فاصلہ کا قطعی و یقینی اندازہ کر سکتے ہین، ان مین کثیر تعداد ہے، جو ہمارے آفتاب سے بدرجہا بڑی ہے، ایسے

ستارے بھی دریافت کئے گئے ہین جو ہم سے چار، پانچ، دس اور بارہ "سالِ نور" کے فاصلہ پر ہین، اور جدید تحقیقات کی بنا پر ایسے قوی اسباب موجود ہین کہ بہتسے فوٹو گرانی کے ستارون کو ۳۲ ہزار سالِ نور کے فاصلہ پر مان لیا جائے، یہ پر ہیبت تعداد میلون مین ظاہر نہین کی جا سکتی، ناظرین ایک سال نور کی میلون کی تعداد پیش نظر رکھین، اب اس کے بعد کیا ہے؟ نہ کوئی دیکھ سکتا ہے، نہ اندازہ کر سکتا ہے، خلاے بسیط کی حد بندی طاقت بشری سے باہر ہے،

لہذا یہ صحیح اور لازم نتیجہ ہے کہ یہ کرورون آفتاب جو ہمارے آفتاب کی مثل گرم و روشن ہین، اپنا اپنا جداگانہ نظام رکھتے ہین، اور بہتسے سیارے ان کے گرد گردش کرتے ہین، وہ سیارے سرد ہو چکے ہین، اور اب روشنی نہین دیتے، بہرحال بعید ہونے کی وجہ سے اس قدر چھوٹے ہین کہ نظر نہین آسکتے، یہ امر بھی قرینِ قیاس ہے کہ ان مین سے بعض بلکہ اکثر سیارون کے اندر مادۂ حیات بھی موجود ہے، جو بالکل حیات ارضی نہین تو اس کے مشابہ ضرور ہے، اور گمانِ غالب ہے کہ ان بے شمار سیارون مین ذی عقل ہستیان آباد ہین، صحیح استدلال اور صائب غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہونچنا ذہنِ انسانی کی عجیب پرواز ہے،

ماہرانِ فلکیات نے اجرام سماوی کی حرکت کے متعلق جس قدر نتائج اخذ کئے ہین، ان مین اس نتیجہ سے زیادہ عجیب اور پر اسرار کوئی نتیجہ نہین کہ کرورون ستارون کے مجمع مین جنکی حد و انتہا کا ہم تصور بھی نہین کر سکتے، دو عظیم الشان لہرین مخالف سمتون مین حرکت کر رہی ہین، اور تمام ستارے انھین لہرون مین سے کسی ایک کے اندر شامل ہین، یہ ستارون کی لہرین کہان سے آرہی اور کدھر جا رہی ہین، اس کا جواب ابتک رازِ سربستہ ہے، ایک اور نتیجہ جو آلۂ مقیاس الوان النجوم کی مدد سے حاصل ہوا ہے، یہ ہے کہ ہمارا آفتاب اور اس کے نظام کے کل سیارے ایک ستارۂ ویگا کی طرف حرکت کر رہے ہین، یہ صحیح ہے کہ یہ ستارہ ہم سے ہزارون کرور میل دور ہے،

لیکن ہم کسی قدر تیزی کے ساتھ اس کی جانب دوڑے چلے جاتے ہین، یعنی ۱۹ میل فی سکنڈ کی رفتار سے، سچ یہ ہے کہ اس خوفناک تصادم مستقبل کے مقابلہ مین فقط اس امید کا سہارا ہے کہ ہمارے اور دوسرے ستارون کے درمیان فاصلہ بے حد و غایت ہے، اور کسی واقعۂ ہائلہ کے پیش آنے سے قبل ایک طویل زمانہ گذرنا ضروری ہے، نیز یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ فضائے آسمانی مین جو قانونِ جذب و دفع جاری ہے اسکے زیر اثر ہمارا نظام شمسی ستارۂ ویگا کے پاس سے محفوظ گذر جائیگا جس طرح موٹر کار شاہراہ کے ہجوم کے اندر سے بے ضرر گذر جاتی ہے،

مطالعۂ فلکیات کی ترقی اور دلچسپی مین آلۂ مقیاس الالوان نے فوٹو گرافی سے کم حصہ نہین لیا، واقعہ یہ ہے کہ ان دونون مفید ذرائع مشاہدہ نے ہر معمولی انسان کے لئے علم ہیئت کے ایجادات و اکتشافات کو دلچسپ بنا دیا ہے، ہر شخص ان آلات کی مدد سے بہتسے اسرارِ فلکی کا خود مشاہدہ کر سکتا اور ان کی تصدیق کر سکتا ہے، اگرچہ اصلی راز جن کا انحصار ریاضی و حساب پر ہے سوائے ریاضی دان کے کسی کے بس کی نہین، اجرام سماوی کی حرکت و جسامت کا صحیح سے صحیح اندازہ لگانا علم ہیئت کی جان ہے، چنانچہ گرینچ کی شاہی رصدگاہ کے علمائے ہیئت نے نئے دمدار ستارے (یعنی ۱۹۰۸ء کے تیسرے تارے) کا فوٹو اس طریقہ سے لیا کہ اس سے قبل ایسا فوٹو کبھی نہ لیا گیا تھا، ماہرانِ فلکیات کئی ہفتے تک مسلسل روزانہ رات کو خشک پلیٹ پر دمدار تارے کا فوٹو دو دو تین تین گھنٹہ کے وقفہ کے بعد لیتے رہے، اور اس طرح جو تصویرین لی گئین اور رایل ایسٹرانومیکل سوسائٹی مین پیش کی گئین ان سے تارے کی دم کی حیرت انگیز مختلف شکلین ظاہر ہوتی ہین، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بجائے ستارے کے کسی جاندار چیز کی تصاویر ہین، اکتوبر ۱۹۱۰ء مین ہیلز کومٹ (ہیلی کا دریافت کردہ دمدار تارہ) جس کا نہایت شوق و انتظار کے ساتھ انتظار تھا نظر آیا، اگرچہ عوام کے لئے مئی ۱۹۱۰ء سے قبل اسکے نظر آنے کی امید نہ تھی، دمدار تارے ماہرانِ نجوم کے لئے غیر معمولی مسرت کا باعث ہوتے ہین،

ان سے مراد بڑے بڑے تارے ہین، ورنہ چھوٹے چھوٹے دمدار تارے جو صرف دوربین یا فوٹوگرافی کے ذریعے نظر آسکتے ہین، ہر سال دو تین نکلتے رہتے ہین، بعض دمدار تارون کی آمد متوقع ہوتی ہے، بعض بالکل خلاف امید نظر آتے ہین، کچھ اس سبب سے کہ ان کا وقت مقرر نہین ہوتا، اور کچھ اس لئے کہ اس وقت کا اندازہ ابتک نہین ہو سکا، اڈمنڈ ہیلی پہلا عالم ہے، جس نے ایک خاص دمدار تارے کی حرکت کا قانون دریافت کیا، اور پیشین گوئی کی، کہ جو تارا ۱۶۸۲ء مین نظر آچکا ہے وہی ۱۷۵۸ء مین نظر آئے گا، وہ اپنی پیشین گوئی کی صداقت کے مشاہدہ کے لئے زندہ نہ رہا، اس نے قیاس لگایا تھا کہ یہ ستارہ (جس کو اب اس کے نام ہیلز کومٹ کہا جاتا ہے) وہی ہے جو ۱۵۳۱ء اور ۱۶۰۷ء مین نظر آچکا ہے، اس کی پیشین گوئی ایک سال بعد پوری ہوئی، جس کا سبب وہ تغیرات تھے جو دو سیارون نپچون اور یورینس نے پیدا کر دیے تھے، چونکہ یہ دونون سیارے ہیلی کے زمانہ مین دریافت نہین ہوئے تھے، اس لئے وہ دمدار تارے کی راہ مین ان سیارون کی رکاوٹ کا اندازہ نہ کر سکتا تھا، بہرحال ۱۷۵۹ء مین وہ تارا ظاہر ہوا اور غائب ہو گیا، اور پھر ۱۸۳۵ء مین نمودار ہوا، اور اس کے بعد ۱۹۱۰ء مین پوری آب و تاب کیساتھ ظاہر ہونے کا انتظار تھا، چنانچہ بالکل امید کے مطابق نمایان ہوا، اس کی مدت طلوع ۷۵، یا ۷۶، سال دریافت کی گئی ہے،

مثنوی فتح گجرات

علامۂ فیضی

از

مولانا سعید الدین خان بہادر متوسل سرکار بھوپال،

اکبر کی مہمات جنگی مین محمد حسین مرزا کی بغاوت کا استیصال ایک اہم واقعہ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اکبر جب سورت سے روانہ ہو کر دار الخلافہ مین پہونچا تو محمد حسین مرزا نے سورت کے لے لینے کا ارادہ کیا، اور اس کے حدود مین آکر شورش برپا کی، اگرچہ اس مین اسکو ناکامی ہوئی، تاہم اس نے بہت سے مقامات پر قبضہ کر لیا، اور احمد آباد پر مسلط ہونے کی لئے پیش قدمی کی، اکبر نے روانہ ہوتے وقت گجرات کے تمام اختیارات خان اعظم کوکہ کو تفویض کر دیئے تھے، اور احمد آباد مین محمد حسین مرزا کا اُسی سے مقابلہ تھا، لیکن خان اعظم حزم و احتیاط کی بنا پر اس سے معرکہ آرا نہ ہوا، اور اس کی خبر اکبر کو دی، اکبر کو اس کا حال معلوم ہوا تو اس نے یلغار کر کے وہان پہونچنا چاہا، لشکر شاہی ابھی ایک برس لڑکر گجرات سے آیا تھا، اور اُس نے اپنی جاگیرون سے روپیہ نہین وصول کیا تھا، اس لئے بادشاہ نے ان کو خزانہ شاہی سے روپیہ دیا، دو ہزار کارآزمودہ بہادر ساتھ لئے، اور راستہ کے حاکمون کو حکم بھیجا کہ جتنی کوتل سانڈنیان ہون تیار کر کے اپنی انتخابی فوج کے ساتھ سرراہ حاضر ہون، الغرض اس نے ۲۰ ربیع الثانی ۹۸۱ھ کو سانڈنیون پر بیٹھکر ساڑھے چار سو میل کی مسافت نو دن مین طے کی اور یہ واقعہ اس قدر اہم خیال کیا گیا کہ فیضی نے اس کو ایک مثنوی مین نظم کیا، جس کی نسبت علامہ شبلی مرحوم شعر العجم مین تحریر فرماتے ہین کہ:-

''اکبر کی مہم گجرات پر ایک مثنوی لکھی تھی، وہ بھی ناپید ہے، چند شعر ایک خط مین نقل کئے ہین،

لیکن یہ ناپید مثنوی میری قدیم کتابون مین قلمی موجود ہے، اور میرا ارادہ ہے، کہ اس کو طبع کرا دون، مثنوی کے چند اشعار تحریر کرتا ہون، اکبر شاہ نے سانڈنی سوارون کے لشکر سے چڑھائی کی تھی اس لئے فیضی نے اس کا لازمہ باندھا ہے،

چو سلطانِ انجم زحادر زمین / برسم عرب گشتہ محمل نشین،
کف انداز شد بختیِ آسمان / زمستی برآورد کف از دہان
کشیدند از خط صبحش مہار / کہ پیوند خود نگسلد از قطار،
شہنشہ برادرنگ شاہنشہی / بسر تاج اقبال ظل الٰہی، الخ

چند اشعار کے بعد اصل واقعہ کو شروع کرتا ہے،

کہ ناگہ یکے قاصدے تیز گام / رسانید از خانِ عالم پیام
کہ گجراتیان بر مکر دریو، / بصورت چو مردم بمعنی چو دیو
ہمہ متفق با محمد حسین / کج اندیش وناراست از جانبین
شہنشاہ را این سخن کارکرد / برزم آوری عزم یلغار کرد
برون تاخت از آگرہ گرم حرب / چو خورشید کز شرق تازد بغرب
نخستین طلب کرد جمازہ را / در آفاق افگند آوازہ را
ہمہ ساربانِ کمربستہ چست / بویسِ قرن کردہ نسبت درست
شتر چو فرشتہ سرشتہ ز نور / بانک زمان رفت بسیار دور
قد خود بہ تعظیم کردہ دوتا / کمربستہ از بہر خدمت دوتا
بہ تعظیم بر سینہ بنہادہ دست / زراہِ ادب بادوزانو نشست
خدیوِ عجم شاہِ عالی تبار / چو شاہِ عرب بر شتر شد سوار

شتر زین سواری سرافراز شد / شتربان بعزت حدی ساز شد
بسوے زمامش چو شہ دست برد / زمام ارادت بدستش سپرد
شتر مرکب موکب انبیاست / سواری بر و نسبتِ مصطفےٰ است
شہنشہ سواری جمازہ کرد / رہ و رسم پیغمبری تازہ کرد

تاریخون مین ہے کہ اکبر نے اس مسافت کو نو دن مین طے کیا تھا، لیکن فیضی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس سفر کی مدت صرف ایک ہفتہ تھی،

شہنشہ شتابان براہ سفر / زعمر گرامی شتابندہ تر،
بیک ہفتہ در احمدآباد رفت / تو گوئی کہ بر مرکب باد رفت
رسانند ارباب معنی بعرض / کہ شاہ ولی را بود طی ارض
بر ارباب کشف وکرامت جلی است / کہ شاہ بحق رتبہ داخل ولی است

اکبر احمد آباد پہونچا تو شہر کے لوگ حاضر خدمت ہوئے، اور فریق آمادہ شر و فساد نظر آیا،

ہمہ پاکبازان شہر از نشیب / رسیدند ناگہ چو مردان غیب
مخالف پئے جنگ آمادہ بود / میان را بکین بستہ ایستادہ بود
سپاہ مغل با محمد حسین، / چو شوخان عیار پر شور و شین
دلیران گجراتی سبز رنگ / سراسر در آئینہ ملک زنگ

محمد حسین مرزا نے اختیار الملک سے ساز باز کر لیا تھا، اس لئے محمد حسین کے قتل کے بعد بھی وہ فتنہ جوئی سے باز نہ آیا، چنانچہ فیضی محمد حسین کے واقعہ قتل کے بعد لکھتا ہے:-

چو آن فتنہ بنشست از تیغ شاہ / دگر فتنہ برخاست از رزمگاہ

سپہ دار گجراتیان اختیار	کمین کردہ آمد پے کارزار
زرہ پوش گجراتیان یکسرہ	طپان مرغ آہنی پنجرہ

لیکن اکبر نے اس کو بھی مغلوب کر لیا چنانچہ فیضی اختتام مثنوی کے قریب کہتا ہے:-

دو دشمن بیکبار مقہور شد	چہ گویم کہ نور علی نور شد
ملک مژدہ گویان ز بالا رسید	کہ منشور (اِنَّا فَتَحنَا) رسید
قضا گفت صد آفرین شاہ را	قدر خواند (النَّصرُ مِّنَ اللہ) را ،

نئی کتاب

سیر المہاجرین کا پہلا حصہ ،

خلفائے راشدین

از

مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی سابق رفیق دار المصنفین

سیر الصحابہ کے سلسلۂ مہاجرین کا پہلا حصہ اس نام سے شایع ہوا ہے ، اس مین حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت فاروق رض ، حضرت عثمان رض ذی النورین اور حضرت علی رض مرتضیٰ کے حالات ذاتی ، سوانح ، اخلاق و فضائل اور ان کی خلافت کے سیاسی ، انتظامی ، علمی ، دینی ، کارنامے ، اور فتوحات ملکی بہ تفصیل لکھے گئے ہین ، جنکو پڑھکر خلافت راشدہ کی ۳۳ سالہ تاریخ پوری سامنے آجاتی ہے ، اور ان خلفائے راشدین کے کمالات ، فضائل ، مناقب اور کارنامے پیش نظر ہو جاتے ہین ، ضخامت ۳۰۵ صفحے ، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ ، قیمت ہے

" منیجر "

تلخیص و تبصرہ

مصر کا قانونِ نکاح

ٹرکی کے تمدنی انقلابات کا نہایت گہرا اثر مصر پر پڑ رہا ہے ، اور عجب نہین کہ رفتہ رفتہ یہ سیلاب دنیائے اسلام مین پھیل جائے ، نکاح و طلاق کے مسائل اور معاملات مین ٹرکی نے جو کچھ کیا ہے ، وہ اخبارات کے ذریعہ آپ تک پہونچ چکے ہین ، اب یہ شورش مصر تک پہونچ چکی ہے ، لیکن چونکہ بحمد اللہ مصر مین ایسے روشن دل اور روشن ضمیر علما موجود ہین جو نئے حالات کو اسلام کے مطابق کرنے کی قابلیت رکھتے ہین ، اس لئے انقلاب مین بھی اعتدال کی ایک صورت وہان قائم رہجانے کی امید ہوتی ہے ، چونکہ معارف مین مسئلۂ نکاح پر ایک مسلسل مضمون نکل رہا ہے ، اس تقریب سے مصر کی پارلمینٹ مین نکاح کے متعلق جو اصلاحی قانون پیش ہوا ہے اس کا بھی آپ کے سامنے آجانا مناسب ہے ، یہ قانون مختلف مسائل نکاح طلاق ، نفقہ ، تعدد ازدواج وغیرہ پر مشتمل ہے ، اور اس کے کل ۲۵ دفعات بہ ترتیب ذیل مین جو المنار مصر سے لیکر نقل کئے جاتے ہین ،

۱- تعدد زوجات ،

(دفعہ ۱) ایک شادی شدہ شخص اس شرعی قاضی کی اجازت کے بغیر جس کے حلقے مین اُس کا مکان ہے ، نہ کسی دوسری عورت سے نکاح کر سکتا ہے نہ کوئی شخص اس نکاح کو پڑھا سکتا ہے ، نہ اس کی رجسٹری کر سکتا ہے ،

(دفعہ ۲) قاضی ایک شادی شدہ شخص کو اس وقت تک دوسرے نکاح کی اجازت نہین دیسکتا

جب تک غور و فکر نہ کرلے، اور جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ حسن معاشرت کی قدرت رکھتا ہے، اور جو عورتین اس کے نکاح مین ہین، اور اس کے آباو اجداد اور آل و اولاد مین جنکی کفالت اس کے ذمہ ہے، ان سے زیادہ لوگون کی کفالت کرسکتا ہے،

(دفعہ ۳) اس قانون پر عمل کرنے کے بعد نکاح کا جو دعویٰ ہوگا اگر عدالت کے سامنے اُس کا انکار کردیا جائے، تو جب تک سرکاری کاغذکے ذریعہ سے ثابت نہ کیا جائے، اس کی سماعت نہ ہوگی،

۲- (طلاق)

(دفعہ ۴) جو شخص حالتِ نشہ مین ہو یا اس سے بجبر طلاق دلوائی گئی ہو، اسکی طلاق واقع نہوگی،

(دفعہ ۵) جو طلاق کسی چیز کے کرنے نہ کرنے پر متعلق ہو، واقع نہ ہوگی،

(دفعہ ۶) لفظاً یا اشارۃً جس طلاق کی تعداد بیان کردی گئی ہو، اس سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی،

(دفعہ ۷) طلاق کنائی یعنی جس مین طلاق اور غیر طلاق دونون کا احتمال ہو اس سے صرف بائن طلاق واقع ہوگی،

(دفعہ ۸) مکمل تین طلاق، طلاق قبل خلوت صحیحہ، طلاق باخذ مال اور اس طلاق کے علاوہ جسکے متعلق اس قانون مین یا قانون رقم ۲۵ سنہ ۱۹۲۰ء مین یہ تصریح کردی گئی ہے کہ وہ بائن ہے، اور تمام طلاقین رجعی ہون گی،

۳- شوہر کے شرائط پورے نہ کرنے پر فسخ

(دفعہ ۹) اگر بی بی نکاح مین شوہر کو ایسی شرط کا پابند کرے جس مین اس کا فائدہ ہو، اور وہ مقاصد نکاح کے مخالف نہ ہو مثلاً یہ کہ وہ اس کے بعد کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کریگا، یا اس کی سوت کو طلاق دیدیگا، یا یہ کہ اس کو کسی دوسرے شہر مین نہ لیجائیگا، تو یہ شرط صحیح ہوگی

اس کی پابندی لازمی ہوگی اور اگر شوہر اس شرط کو پورا نہ کرے، تو بی بی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا اور جب تک وہ اس شرط کو ساقط نہ کردے یا اس شرط کی مخالفت کرنے پر راضی نہ ہوجائے اس کا حق فسخ نکاح ساقط نہ ہوگا،

۴- (میان بی بی مین نزاع اور نقصان کی وجہ سے طلاق)

(دفعہ ۱۰) اگر بی بی یہ دعوی کرے کہ شوہر اس کو ایسا نقصان پہونچا رہا ہے جس کے ساتھ ان دونون جیسے اشخاص مین عادۃً معاشرت قائم نہین رکھی جاتی اور علحدگی کی خواستگار ہو تو اگر ضرر ثابت ہوجائے اور قاضی ان دونون کے درمیان مصالحت نہ کراسکے تو وہ اس کو طلاق بائن دیدیگا، اور اگر ضرر ثابت نہ ہو تو قاضی دو پنچون کو بھیجے گا، اور ان دونون کی راے کے مطابق جیسا کہ دفعات (۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵- اور ۱۶) مین مذکور ہے، فیصلہ کریگا،

(دفعہ ۱۱) پنچون کے متعلق یہ شرط ہے کہ دونون مرد عادل ہون اور اگر ممکن ہو تو میان بیوی کے خاندان سے ہون اور اگر ان دونون کے خاندان سے نہ ہون تو ایسے اشخاص ہون جن کو میان بیوی کے حالات سے واقفیت حاصل ہو، ان مین مصالحت کرانیکی قدرت رکھتے ہون، اور نزاع کے احکام سے واقف ہون، گو قاضی کی تعلیم ہی سے سہی،

(دفعہ ۱۲) پنچون کے لئے یہ ضروری ہے کہ میان بیوی کی نزاع کے اسباب سے واقف ہون اور مصالحت کے لئے پوری کوشش کرین اور اگر کسی معین طریقہ پر مصالحت ہوجائے تو کرادین،

(دفعہ ۱۳) جب دونون پنچ مصالحت سے عاجز آجائین، اور ضرر رسانی شوہر کی جانب سے یا میان بیوی دونون کی جانب سے ہو یا دونون کے حالات سے واقفیت نہ ہوسکے تو بلاعوض طلاق بائن کے ذریعہ سے علیحدگی کرادین،

(دفعہ ۱۴) اگر ضرر رسانی بی بی کی جانب سے ہو تو دونون پنچ وہ فیصلہ کرین جو متعینہ مصلحت کا

اقتضا ہو یعنی بی بی کو شوہر کی حفاظت مین رہنے دین یا بی بی سے معاوضہ لیکر طلاق بائن کے ذریعہ سے علٰحدگی کرادین، لیکن اگر مصلحت معین نہ ہو تو دونون پنچون کو اختیار ہے کہ علٰحدگی کرادین اور اگر شوہر طلاق دینا نہین چاہتا تو نکاح قائم رہنے دین لیکن اگر وہ طلاق دینا چاہتا ہے تو بی بی سے معاوضہ دلا کر طلاق دلادین،

(دفعہ ۱۵) اگر دونون پنچ اختلاف کرین تو قاضی ان دونون کو دوبارہ تحقیقات کرنے کا حکم دے، اگر اب بھی ان دونون مین اختلاف باقی ہے تو دوسرے دو پنچ مقرر کرے،

(دفعہ ۱۶) دونون پنچون کا یہ فرض ہے کہ جو فیصلہ کرین اس کو تمام حالات مین قاضی کے سامنے پیش کرین، اور قاضی اس کو نافذ کرے،

(دفعہ ۱۷) اگر شوہر ایک سال یا اس سے زائد مدت کے لئے بی بی سے الگ کسی دوسرے مقام پر رہے، اور اگر بی بی کو اس کی دوری سے نقصان پہونچے، تو وہ قاضی سے طلاق بائن کی درخواست کرسکتی ہے، گو شوہر نے اتنا مال چھوڑ دیا ہو کہ وہ اس سے اپنے مصارف چلاسکتی ہو،

(دفعہ ۱۸) اگر مسافر شوہر کے پاس خطوط کا پہونچنا ممکن ہو تو قاضی اس کے لئے ایک مدت مقرر کریگا، اور اس کو یہ اطلاع دیگا کہ اگر اس کے ساتھ رہنے کے لئے وہ نہ آیا یا اس کو اپنے پاس بلا نہ لیا یا اس کو طلاق نہ دیدی، تو قاضی اس کو طلاق دیدیگا، تو جب مدت گذر جائیگی اور وہ اس کی تعمیل نہ کریگا تو قاضی طلاق بائن کے ذریعہ سے دونون مین علٰحدگی کرادیگا، اور اگر خطوط کا پہونچنا ناممکن ہوگا تو قاضی اس کو بلا اطلاع و تعیین مدت طلاق دیدیگا،

(دفعہ ۱۹) ایک قیدی جس کے لئے آخر طور پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ اس کو ایک ایسی سزا دیگئی ہے جو اس کی آزادی کو تین سال یا اس سے زائد مدت کے لئے پابند کرے گی، اس کی بی بی اسکی قید کی مدت کے ایک سال گذر جانے پر قاضی سے بوجہ نقصان کے طلاق کی درخواست کرسکے گی، گو

اس نے اس قدر مال چھوڑا ہو جس سے وہ اپنے مصارف مین صرف کرسکتی ہو،

۵- (نسب کا دعوی)

(دفعہ ۲۰) میان بیوی کے درمیان اگر نکاح کے وقت سے ملاقات نہ ثابت ہو تو بی بی کے لڑکے کا دعوائے نسب نہ سنا جاویگا،

(دفعہ ۲۱) اگر ایک عورت شوہر کی غیر موجودگی کے ایک سال بعد بچہ جنتی ہے اس مدت مین دونون کے درمیان ملاقات ثابت نہین ہے، تو اس لڑکے کے نسب کا دعوی سنا نہ جائیگا،

(دفعہ ۲۲) ایک عورت جس کو طلاق دیگئی ہو یا اس کا شوہر مرگیا ہو، اگر طلاق اور وفات کے وقت سے ایک سال سے زائد مدت مین بچہ جنے تو اس کے نسب کا دعوی نہ سنا جائیگا،

۶- (نفقہ)

(دفعہ ۲۳) بی بی کی حالت کیسی ہی ہو لیکن اس کا نفقہ شوہر کی فراخ دستی اور تنگدستی کے مطابق معین کیا جائے گا،

(دفعہ ۲۴) عدت کے نفقہ کے متعلق تاریخ طلاق سے ایک سال سے زائد مدت کا دعوی نہ سنا جائیگا

۷- (پرورش کا سن)

(دفعہ ۲۵) قاضی عورتون کو سات سال کے بعد نو سال تک لڑکے کی اور نو سال سے اگیارہ سال تک لڑکی کی پرورش کی اجازت دے سکتا ہے، بشرطیکہ اس کو یہ معلوم ہو جائے، کہ اس مین دونون کی مصلحت ہے، (ع)

فلسطین مین تعلیمی جد و جہد

''الفیحا، دمشق مین فلسطین کے ''نظام تعلیم'' پر حیفا کے سرکاری مدرسہ کے مدرس اعلی سعید صباغ کے

بعض مفید بیانات شائع ہوئے ہین، جن سے وہان کی عام تعلیمی جد وجہد کا پتہ چلتا ہے،

سررشتۂ تعلیم کی نظامت اعلیٰ پر اگرچہ استعماریت کے اثر سے ایک انگریز فائز ہے، تاہم وہ اپنے صیغہ کے تمام فرائض ایک مجلسِ شوری کے مشورہ سے انجام دیتا ہے، یہ مجلس وہان کے ایسے مخصوص اہل علم پر مشتمل ہے جنھین تعلیمی صیغہ مین بھی نمایان حیثیت حاصل ہے،

سررشتۂ تعلیم کے ماتحت سب سے اہم شعبہ صیغۂ تفتیش ہے، جس کے ماتحت مختلف علوم و فنون کے لئے جدا جدا انسپکٹر اور ڈپٹی انسپکٹر ہر ضلع مین متعین ہین، جو اپنے اپنے ضلع کے تمام ابتدائی، ثانوی اور اعلی مدارس مین اپنے اپنے فن کی تعلیم کا معائنہ کرتے ہین، اور اور اساتذہ کے ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ مین تبادلہ کا انتظام کرتے ہین، مدارس کی عام نگرانی اور دیکھ بھال بھی اسی صیغہ کے متعلق ہے، اور پھر ضلع وار انسپکٹرون پر ہر ہر فن کے جدا جدا افسر ہوتے ہین، چنانچہ انھین اعلی افسرون مین سے ایک پروفیسر خرل ہین، جو کیمبرج یونیورسٹی کے ممتاز تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ مشرقی زبانون بالخصوص قدیم زبانون کے فلسفہ کے خاص ماہر شمار کئے جاتے ہین، اور اسی کے ساتھ تاریخ و جغرافیہ مین بھی ان کو خاص دستگاہ حاصل ہے، اور سررشتۂ تعلیم مین انھین علوم کی نگرانی ان کے سپرد ہے، ان کے علاوہ ایک اور پروفیسر جبرئیل کانول بھی قابلِ ذکر ہین جنھین علوم طبعیہ اور ریاضیات مین خاص امتیاز حاصل ہے،

سررشتۂ تعلیم کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ اس نے پروفیسر اسعاف نشاشیبی کے خدمات بھی حاصل کرلئے ہین، انھین عربی علم و ادب مین اس درجہ دستگاہ حاصل ہے کہ مصر و شام کے ممتاز اہل علم ان کے حاشیہ نشینون مین داخل ہین، ان کے علاوہ پروفیسر خلیل سکاکنی بھی جو وہان کے مختلف وطنی مدارس کے اہتمام کے فرائض انجام دیچکے ہین، اب سررشتۂ تعلیم سے منسلک ہوگئے ہین،

یہی لوگ ناظم اعلی یا جانسلر کی مجلسِ مشاورت کے ارکان ہین، تمام مدارس کے اساتذہ کو علمی و تعلیمی مشورے دیتے ہین، اور تعلیمی سلسلہ کی تمام نگرانی انھین کے سپرد ہوتی ہے،

خدا کا شکر ہے کہ ابتک مدارس کی تعلیمی زبان عربی ہی ہے، اسی مین تمام جدید و قدیم علوم و فنون کی تعلیم دیجاتی ہے، انگریزی زبان، زبان ثانی یا غیر ملکی زبان کے طور پر رائج کی گئی ہے، جس کی تعلیم ابتدائی مدارس کے تیسرے درجہ سے شروع ہوتی ہے،

سررشتۂ تعلیم نے تعلیم کی عام نشر و اشاعت، اور اس کو صحیح معیار پر لانے کے لئے مختلف طریقے رائج کئے ہین، چنانچہ ہر مدرسہ مین ایک کتب خانہ ضروری طور پر رکھا گیا ہے، جس مین مختلف قدیم و جدید علوم و فنون کی مفید کتابین جمع کیجاتی ہین، اور عربی زبان مین جدید علوم و فنون پر مصر و شام مین جو کتابین شائع ہوتی رہتی ہین، وہ یہان بالالتزام منگائی جاتی ہین،

اس کے علاوہ سررشتۂ تعلیم کے ماتحت ایک سالانہ اجلاس ہوتا ہے، جس مین تمام مدارس کے مدرسین اعلی، اور بعض دیگر ممتاز اساتذہ جمع ہوکر مدارس کے نظم و نسق اور علمی و تعلیمی ترقیون پر تبادلۂ خیالات کرتے ہین، اگرچہ وہان کے مدارس مین یورپین اساتذہ بھی ہین، مگر باین ہمہ اس سالانہ اجلاس کی زبان عربی ہی ہوتی ہے،

اس کے علاوہ ہر تیسرے سال سررشتۂ تعلیم کی طرف سے تین علمی وفد تحقیق و تجسس کے لئے ملک سے باہر بھیجے جاتے ہین، جنمین سے ایک امریکن کالج بیروت کو جاتا ہے، دوسرا مصر کی یونیورسٹی مین اور تیسرا انگلستان کی یونیورسٹیون مین بھیجا جاتا ہے،

یہان کے اساتذہ کی علمی و تعلیمی ترقی کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے، اس کے لئے چند امتحانات مقرر ہین، جنمین وہ مختلف سالون مین شریک ہوتے ہین، اور اسی تناسب سے اون کے مقاصد مین ترقی کیجاتی ہے، جس کی وجہ سے اساتذہ کا علمی مطالعہ ہمیشہ جاری رہتا ہے،

خالص مذہبی مدارس اس سلسلہ سے الگ ہین، اور وہ اپنی قدیم حالت پر باقی ہین، مسلمانون نے بیروت مین اپنا ایک الگ اسلامیہ کالج بھی قائم کیا ہے، جسمین طلبہ کی خاصی تعداد ہے، اسکی بناء و تاسیس کا شرف ایک غیر تمند اور پر جوش عالم کو حاصل ہے،

"ر"

اخبارِ علمیہ

دنیا کی مردم شماری مین ترقی، جدید تمدن کے بے شمار ہلاکت آفرین مصائب کے باوجود دنیا کی آبادی کے تناسب سے روبترقی ہے، چنانچہ اٹھارہوین صدی کے اوائل مین دنیا کی آبادی ۰۰…ملین نفوس پرمشتمل تھی، اور اب اس کی آبادی ۰۰…، ملین تک پہونچ گئی ہے،

جرمنی مین الحاد، جرمنی مین قیامِ جمہوریت سے پہلے وہان کے گرجون کا نظم و نسق حکومت کے تحت تھا، جو کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقون کے گرجون مین پادریون کا عزل و نصب بھی کرتی تھی، مگر ۱۹۱۹ء کے اعلانِ جمہوریت کے بعد حکومت نے صیغۂ مذہبی کو آزاد کر دیا، اور ان گرجون کا نظم و نسق وہان کی مسیحی انجمنین انفرادی طور پر انجام دینے لگین، مگر اس انقلاب کے نتائج سے ظاہر ہوا کہ مسیحیت کے حق مین یہ مذہبی آزادی راس نہ آئی، اور وہان عام طور پر الحاد و زندقہ کی وبا پھیل گئی، خصوصاً پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگون نے اس طرف خاص پیش قدمی کی، چنانچہ ۱۹۲۱ء تک اس فرقہ کے ۳۰۲،۶۴۴،۱ اشخاص اپنے ملحد ہونے کا اعلان کر چکے تھے،

ایک جدید قسم کی شکر، جرمنی کے ڈاکٹر برجس چند سال سے لکڑی سے شکر تیار کرنے مین مصروف تھے، اب وہ اپنی جد و جہد مین کامیاب ہوگئے ہین، اور اپنے خاص اہتمام مین ایک کارخانہ کھول دیا ہے، جس کی شکر وہان کے بازارون مین آگئی ہے، اور مقبول ہو رہی ہے، یہ شکر کسی قدر خاکستری رنگ لئے ہوئے ہے، جسمین ۹۵ فی صدی خالص شکر کے اجزا ہین، اس اختراع سے خطرہ ہے کہ جس طرح

جرمنی نے دنیا کے مختلف حصون خصوصاً ہندوستان مین نیل کی زراعت کو نقصان پہونچایا، ایسا نہ ہو کہین گنے کی زراعت کا بھی خاتمہ نہ کر دے،

ہوائی جہازون کی ارزانی، اس وقت ہوائی جہازون کی تجارت مین مختلف ملکون مین مسابقت جاری ہے، جس کی وجہ سے ان کی قیمت مین نہایت ارزانی ہو رہی ہے، اب تک اس مسابقت مین جرمنی کو تفوق حاصل ہے، چنانچہ وہان بڑے جہازون کی قیمت ۰۰…، پونڈ اور چھوٹے جہازون کی تقریباً ۳۰۰، پونڈ ہے،

پانی کی گہرائی کی پیمائش، فرانسیسی حکومت نے بحرِ اٹلانٹک کی گہرائی کی پیمائش کے لئے ایک جہاز روانہ کیا تھا، اس پیمائش کے نتائج پانی کی گہرائی کے ان قدیم نقشون سے بہت مختلف ثابت ہوئے، جو اس سے پہلے مرتب ہوئے تھے، اس کی وجہ سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ پانی کی گہرائی مین یکسانی رہنے کے بجائے، ہمیشہ کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے،

جزیرون کی حرکت، اسی طرح حکومت اٹلی نے ایک وفد جزیرون کی حرکت کی تحقیق کیلئے بحر روم مین بھیجا تھا، اس وفد نے بھی اپنی روداد شائع کر دی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ جزیرہ کورسیکا مغرب کی طرف نہایت آہستگی سے ہٹتا جاتا ہے، اور اس حرکت کا صحیح اندازہ تقریباً ایک صدی مین ۱۰ میٹر ہے،

امریکہ کی دولت، حکومت ولایاتِ متحدہ امریکہ کی دولت و ثروت سال بہ سال ترقی

رہی ہے، اور ابتک یہ دنیا کے بازار مین بہت سے ممالک پر سبقت لیجا چکی ہے، ذیل کے اعداد و شمار سے واضح ہوگا، کہ دنیا کے بازار مین امریکہ کو کیا مرتبہ حاصل ہے، :۔

لوہے کی تجارت کے مجموعی منافع مین امریکہ کا ۵۱ فیصدی حصہ ہے،

فولاد	۶۶
تانبے	۵۱
پٹرول	۶۲
لکڑی	۵۲
دیاسلائی	۸۰
رنگ	۶۴
روئی	۵۵

اور موٹرون کا حساب یہ ہے کہ اس وقت تمام عالم مین موٹرون کی مجموعی تعداد ۲۷۵۶۴۴۲ ہے، جس مین خاص امریکہ مین ۱۹۹۵۴۳۴۷ موٹر ہین، گویا اس وقت امریکہ مین دنیا کے تمام موٹرون کے اعتبار سے ۸۱ فی صدی موٹر ہین،

شور و شغب کا اثر اعصاب پر، کولمبیو یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر ڈاکٹر لرڈ نے اپنے دو ہفتے صرف اسی تجربہ کے لئے مخصوص کر دیئے تھے کہ شور و شغب سے انسان کے اعصاب پر کیا اثرات طاری ہوتے ہین،

چنانچہ وہ اس نتیجہ پر پہونچے ہین کہ انسان خواہ کسی کام مین مصروف ہو یا بیکار بیٹھا ہو اس کے اعصاب کو شور و شغب تھکا دیتے ہین، یہانتک کہ ایک سونے والا خواہ کتنی ہی بے خبری کی نیند لے رہا ہو، اس سے ضرور متاثر ہوتا ہے، اور اس کا علمی ثبوت یہ ہے کہ دو اشخاص ایک ہی

کام مین مصروف ہون ایک امن و سکون کی حالت مین کام کر رہا ہو اور دوسرا شور و شغب مین تو گو دونون اپنے کام کو ایک ہی وقت ختم کرین گے مگر پہلے کی بہ نسبت دوسرا شخص زیادہ تھک جائیگا

اور اس سلسلہ مین یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اہل علم مین یہی شدید اختلاف تھا کہ آیا اعصاب مین تھکن پیدا بھی ہوتی ہے کہ نہین، کیونکہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اعصاب برقی تار کی قسم کے ٹھوس ہوتے ہین، اس لئے در اصل پریشانی و درماندگی کا تعلق عضلات سے ہوتا ہے، مگر ایک انگریز موجد ڈاکٹر ہل نے ایک نہایت باریک اور نازک تھرمامیٹر ایجاد کر کے اس اختلاف کا فیصلہ کر دیا، اس سے دس ملین درجہ حرارت کے ایک جزء کے اختلاف کا پتہ چلتا ہے، موجد نے اس سے ثابت کیا ہے کہ انسان کے اعصاب سے ادنی سے ادنی سرگرمی جو ظاہر ہوتی ہے وہ بڑی مقدار مین حرارت کو بڑھا دیتی ہے، جو ایک طویل آرام کے بغیر اپنی طبعی حالت پر نہین پہونچتی ہے، اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ تمام کام کرنے والون مین سے خصوصاً دماغی کام کرنے والون کو بہت زیادہ آرام کرنے کی ضرورت ہے،

ایک مفید طبی آلہ کی ایجاد، آسٹریا کے ڈاکٹر روڈلف ایک ایسے کہربائی آلہ کی ایجاد مین کامیاب ہوگئے ہین جس سے مشتبہ موتون کی تحقیق ہوسکے گی، دیکھا گیا ہے کہ کبھی غشی وغیرہ سے مریض کی نبض ڈوب جاتی ہے یا حبس دم ہوکر سکتہ کا ایسا عالم طاری ہوجاتا ہے کہ اطبا کو مریض کے موت و حیات مین تمیز باقی نہین رہتی اور اسکی وجہ سے موت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، مگر اب یہ جدید آلہ اس شبہہ کو زائل کرسکے گا، یہ آلہ مریض کے پیٹ پر لگایا جائیگا، اگر اس مین کچھ بھی جان باقی ہوگی تو اس کی کہربائی رو جسم مین حرکت پیدا کر دیگی، پھر اسکی مدد سے مریض کی اکھڑی ہوئی سانس کو سنبھال لیا جائیگا، اگر یہ آلہ در اصل کامیاب ہوگیا تو یہ جدید علم طب مین بہت بڑا اضافہ ہوگا،

بَابُ التَّقرِیظِ وَالاِنتِقَاد

مرآۃ احمدی

تاریخِ گجرات

گجرات کی تاریخ مین بہت سی کتابین لکھی گئی ہین، لیکن تفصیل و بسط اور استناد کے لحاظ سے مرآۃ احمدی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، یہ مرزا محمد حسن الملقب بہ علی محمد خان بہادر کی تصنیف ہے، ان کے باپ سنہ ۱۱۳۰ھ مین سلاطینِ دہلی کی طرف سے احمد آباد مین صوبۂ گجرات کے وقائع نگار تھے، اس وقت علی محمد خان بھی اپنے باپ کے ساتھ تھے، جوان ہو کر سنہ ۱۱۵۹ھ مین گجرات مین دیوان مقرر ہوئے، تاریخ وفات نہین معلوم، مگر کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۷۶ھ تک وہ بقیدِ حیات تھے، اور خود یہ کتاب، صفر سنہ ۱۱۷۵ھ کو اختتام کو پہونچی،

مصنف کو چونکہ دفتری کاغذات اور وقائع سے خاندانی واقفیت تھی اور اپنے عہدہ کے لحاظ سے تمام سرکاری کاغذات اور فرامین شاہی سے براہ راست اطلاع تھی، اس لئے وہ تمام واقعات جو اس کے مشاہدہ سے گذرے یا کاغذات سرکاری سے معلوم ہوئے، ان سب کو سلیقہ کے ساتھ اس کتاب مین یکجا کر دیا ہے، شاہجہان، اور عالمگیر کے بہت فرامین بلفظہ اس مین موجود ہین، اس بنا پر اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے، اس کے علاوہ یہ تاریخ گجرات کی کامل تاریخ ہے، یعنی آغاز سے جب گجرات پر ہندو راجہ حکومت کرتے تھے اس وقت سے اپنے عہد تک ایک ہزار سال کے واقعات اس نے اسمین قلمبند کئے ہین، اور یہ دعوی کیا ہے کہ اس نے تاریخ کے فرض کو نہایت ایمانداری اور ناطرفداری کے ساتھ ادا کیا ہے، چنانچہ خاتمہ مین لکھتا ہے :-

"وکر چون عہد نمودہ و بر خود لازم و محتم شمردہ کہ در نگارش احوالات از رعایت و عداوت خویش و بیگانہ پرہیز داشتہ انچہ نفس الامر و بیان واقع باشد درج سازد"

یہ کتاب آج سے چالیس برس پہلے بمبئی مین ناقص صورت مین چھپی تھی، مگر یہ نسخہ نہ صرف ناقص تھا بلکہ جو چھپا بھی تھا وہ نہایت غلط، مسخ اور محرف تھا، ضرورت تھی کہ اس کتاب کو پوری صحت، اہتمام، اور تکمیل کے ساتھ چھاپا جائے، خوش قسمتی سے اس کا اصلی نسخہ جس پر خود مصنف کے دستخط اور ختم کتاب کے ایک سال بعد یعنی سنہ ۱۱۷۶ھ کا لکھا ہوا مصنف کے خاندان سے دربار کھنبائت کی سفارش سے چارلس نارمن سڈن صاحب وزیر مال ریاست بڑودہ کو ہاتھ آیا، گجرات کے رقبہ کے معتد بہ حصہ کی وراثت اور ملکیت کا شرف ریاست بڑودہ کو حاصل ہے، اس بنا پر تاریخ گجرات کا سلسلہ ریاست بڑودہ سے بھی آکر مل جاتا ہے، ایسی حالت مین ریاست مذکورہ کا فرض تھا کہ وہ اس اہم کتاب کی اشاعت کی خدمت اپنے سر لے، چنانچہ اس کام کے لئے خود ریاست کے دار العلوم بڑودہ کالج مین ایک مستحق اور لائق ہستی موجود تھی، اور وہ جناب پروفیسر نواب علی ایم اے کی ذات تھی، اس کتاب کی تصحیح و تحشیہ اور طباعت کی خدمت کیلئے ہز ہائنس مہاراجہ گائکواڑ کی حکومت قابلِ تحسین ہے کہ اسنے پروفیسر ممدوح کا انتخاب کیا، اور ممدوح نے نہایت قابلیت اور سلیقہ کے ساتھ اس خدمت کو انجام دیا،

اس وقت پیش نظر حصہ تاریخ مرآۃ احمدی کی جلد دوم ہے اجو پہلے ناقص اور غلط سلط چھپی تھی، اس مین ناقص حصہ پورا کیا گیا، غلطیون کی تصحیح کی گئی، شروع مین دیباچہ لکھا گیا، آخر مین مختلف ضروری فہرستین، اور تشریحی حوالون کے نشان دیئے گئے، اسماء و اعلام کا برنامہ بڑھایا گیا، اور اس طرح نہایت عمدہ ٹائپ مین اچھے کاغذ پر، یہ کلکتہ کے بپٹسٹ مشن پریس مین چھپوائی گئی، آخر مین مشہور بنگالی مورخ جدو ناتھ سرکار کا مختصر انگریزی مقدمہ ہے،

یہ جلد سنہ ۱۱۲۶ھ سے جو فرخ سیر بادشاہ کا زمانہ تھا، اور جس کی طرف سے مہاراجہ اجیت سنگھ والی جودھپور گجرات کا صوبہ دار مقرر ہو کر آیا تھا، سنہ ۱۱۶۵ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہی جب احمد شاہ ابدالی

ہندوستان آچکا تھا، اور گجرات تیموریون کی عملداری سے نکل کر مرہٹون کے قبضہ و تصرف مین وہ جاچکا تھا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جلد واقعات تاریخی کے لحاظ سے نہایت اہم اور نازک زمانہ کی تاریخ ہے، مرہٹون کے تاخت و تاراج اور ان کے عروج وکمال کا بیان بھی اس مین ضمناً آگیا ہے،

ہز ہائنس گائیکواڑ بڑودہ کی طرف سے مشرقی کتابون کی اشاعت کا ایک سلسلہ ہے جس مین اب تک زیادہ تر سنسکرت کتابون کو جگہ ملی ہے، یہ فارسی کتاب اور غالباً پہلی فارسی کتاب اسمین داخل ہو کر اشاعت پذیر ہوئی ہے، اب تک اس سلسلہ مین ۴۳ کتابین شایع ہو چکی ہین، اور اب یہ چوالیسوین کتاب ہے، سنٹرل لائبریری بڑودہ کے پتہ سے ملے گی، قیمت للعہ، ضخامت ۶۲۲ صفحے،

تاریخ فلسفۂ اسلام

جامعہ ملیہ نے اردو کتابون کی تالیف و ترجمہ کا جو سلسلہ شروع کیا ہے اس کی ایک کڑی یہ کتاب "تاریخ فلسفۂ اسلام" ہے یہ کتاب اصل مین، ٹ، ج، دوبور ایک ہالینڈی مستشرق کی جرمن کتاب کا ترجمہ ہے، جناب ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے، پی، ایچ، ڈی، (برلن) معلم فلسفہ جامعہ ملیہ نے اس ترجمہ کی خدمت انجام دی ہے، ڈاکٹر صاحب ہمارے شکریہ کے مستحق ہین، کہ انھون نے ہمکو ایک غیر زبان کی اہم تالیف سے روشناس کیا،

دوبور جیسا کہ خود اس کی طرف دیباچۂ مترجم مین اقرار کیا گیا ہے، اصل عربی ماخذ تک اسکی دسترس نہین ہوئی، بلکہ دوسرے یورپین مستشرقین نے اس موضوع کے متعلق جو کچھ لکھا تھا، اس کے اقتباسات کی یہ ترتیب ہے جہان تک ایران کے عہد ساسانی اور اسلام کے عہد مین یہودی اور عیسائی علما اور فلاسفہ کی کوششون کا اور عراق و شام مین ان کی علمی جد وجہد اور تراجم کا تعلق ہو، اس کتاب کے بیانات نہایت پر معلومات اور محققانہ ہین، مگر نفس اسلامی فلسفہ اور مسلمان فلاسفہ کی نسبت اس کا بیان نہایت ناقص اور ناقابل فہم ہے،

عجیب بات ہے کہ انھین مشرقی علما اور فلاسفہ کی تصنیفات و خیالات جن کو ہم نے ان کی اصلی زبانون مین اکثر پڑھا ہے، جب انھین کو یورپ کے مصنفین کی ترجمانی و تفسیر کے ذریعہ سے سنتے ہین، تو یہ معلوم ہی نہین ہوتا کہ یہ وہی خیالات آراء اور افکار ہین جن کو ہم نے پڑھا ہے، بلکہ ایک نئی دنیا معلوم ہوتی ہے جو ہماری بار بار کی جانی پہچانی دنیا سے بالکل الگ ہوتی ہے،

کل کتاب سات بابون پر منقسم ہے، باب اول، فلسفۂ اسلامی کی مود و بود کا بیان، مشرقی حکمت یونانی علوم، باب دوم فلسفہ اور عربی علوم کے متعلق، علم اللسان، علم الفقہ، علم العقائد، علم وادب و تاریخ باب سوم فیثا غورسی فلسفہ کے متعلق دو فصلین، فلسفۂ فطرت اور اخوان الصفا، باب چہارم مشرق کے نو فلاطونی اور ارسطا طالیسی حکما مین سے کندی، فارابی، ابن مسکویہ، ابن سینا، ابن الہیثم باب پنجم مشرق مین فلسفہ کا انحطاط، غزالی، اور قاموس نگار، باب ششم مین مغرب کے فلاسفہ مین سے ابن باجہ، ابن طفیل، اور ابن رشد، کا ذکر ہے، باب ہفتم مین خاتمہ ابن خلدون پر ہے،

سب سے پہلے یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہو کہ اسلامی فلسفہ کی تاریخ لکھی جائے، اور اس مین رازی کا ذکر نہ ہو، شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی کا نام نہ ہو، ابو البرکات بغدادی کا تذکرہ نہو، ابن تیمیہ کا نام نہ آئے، اندلسی علما مین ابن حزم اور محی الدین بن عربی کا نام نہ لینا ناقابل عفو جرم ہے پھر فلاسفہ کی فہرست مین ابن الہیثم کا نام دیکھنا جو علم المناظر و المرایا، اور ریاضیات کے ماہر اور مصنف تھے سخت تعجب انگیز ہے،

اسی طرح مسلمانون مین فلسفہ کا اصلی دور تیسری صدی ہجری کا ہے، جس مین علاف، ابو الہذیل نظام وغیرہ پیدا ہوئے، مصنف نے اس دور کا نہایت ناقص تذکرہ علم العقائد (یعنی علم کلام) کی تاریخ مین کیا ہے، در اصل یہ کتاب اس بحث پر صرف ایک خاکہ کی کتاب ہے، جیسا کہ خود مترجم نے

دیباچہ مین لکھا ہے،

جناب مترجم نے کتاب کے ترجمہ مین پوری زحمت اُٹھائی ہے، اگر بہرحال چونکہ اس نوع کا انھون نے غالباً یہ پہلا کام کیا ہے، اس لئے وہ بہت کچھ تعریف کے مستحق ہین، یہ کتاب نہ صرف اپنے فلسفیانہ مباحث، بلکہ جرمن کی پیچیدہ ترکیب وعبارت کے سبب سے خاصی مشکل ہوگی، جیساکہ ترجمہ کی پیچیدگی او فقرون کی طولانی سے ظاہر ہوتا ہے، تاہم ڈاکٹر صاحب کا اس مشکل کو حل کرنا اور سینکڑون محاورات اور اصطلاحات کا اردو مقابل تلاش کرلینا آسان کام نہین ہے، زبان کا سقم ہے، مثلاً وہ مقدمہ مین بھی لکھتے ہین، ''چند خیالات کا مجموعہ ہوتا ہے جو اس قوم کا فلسفہ کہلاتے ہین''، ''زمانۂ حال کے مسلمان ...... کرچکے تھے''، ''کوئی اغلاط پائے جائین''، لیکن یہ ابتدائے کار کے سامحات ہین جو مشق سے جاتے رہین گے،

اسماء اور اعلام مین بھی مترجم سے تسامح ہوا ہے، صفحہ ۱۳۲ مین مہدیین صحیح نہین، موحدین درست ہے، ڈاکٹر صاحب کو اس مین تشابہ ہوا ہے، صفحہ ۱۲۹ مین شہر ''فیرہ'' کو وہ فیض سمجھتے ہین، صحیح ''فاس'' ہے، بعض اصطلاحات مین بھی غالباً کچھ تسامح معلوم ہوتا ہے، ایک جگہ مترجم نے علم العقائد کا مقابل علم الفرائض قرار دیا ہے، جس سے مقصود غالباً علم فقہ ہے، ورنہ علم الفرائض تو وراثت کی تقسیم کے علم کو کہتے ہین، اسی طرح صفحہ ۴۴ مین ''عقولِ کرات'' کی جگہ شاید ''عقولِ افلاک'' ہونا چاہئے،

بعض تاریخی واقعات مین بھی غلطیان ہین، مثلاً صفحہ ۲ مین لکھا ہے ''مدینہ پہلے (چار) خلفاء کا دارالحکومت تھا'' حالانکہ یہ صریح غلط ہے، حضرت خلیفۂ چہارم کا دارالحکومت مدینہ نہین کوفہ تھا، اسی صفحہ مین ہے کہ ''۳۰۰ھ مین شیعون کی سلطنت ایران مین قائم ہونے کے بعد سنیون اور ان کی دائمی کشمکش کا خاتمہ ہوا'' یہ سنہ تو یقیناً غلط ہے، اس وقت تک تو اسلام بھی پیدا نہین ہوا تھا، ہجری سنہ مین بھی اس قسم کا فیصلہ کن واقعہ خیال مین نہین آتا، اسی صفحہ کے آخر مین ہے ''معاویہ کی فتح کے بعد جس نے دمشق کو ممالک اسلام کا دارالسلطنۃ بنایا، مدینہ کی اہمیت محض ذہنی (شاید دینی ہو) حیثیت سے باقی رہ گئی، اسے اس پر اکتفا کرنی پڑی کہ ایک حد تک یہودیت اور عیسائیت کے زیر اثر فقہ اور حدیث کی تدوین کرے'' یہ کس قدر عظیم الشان جھوٹ ہے، یہ کس عہد کا واقعہ ہے، کہ مدینہ منورہ مین ایک حد تک یہودیت اور عیسائیت کے زیر اثر فقہ اور حدیث کی تدوین کیجائے، اس عہد مین تو وہان ایک نام نہاد یہودی اور عیسائی کا بھی وجود نہ تھا، اسی طرح علم الفقہ اور علم العقائد کے بیان مین بھی مصنفانہ اغلاط پائے جاتے ہین، جن پر حواشی کی ضرورت تھی،

بہرحال جامعۂ ملیہ نے اپنی چند ہی سال کی زندگی مین تالیفات وتراجم کا جو مفید سلسلہ قائم کیا ہے، یہ کتاب اس کی ایک اہم کڑی ہے، ہم ڈاکٹر سید عابد حسین کا دوبارہ شکریہ ادا کرتے ہین، کہ انھون نے اردو مین اس بحث پر سب سے پہلی کتاب پیش کی ہے، ضخامت ۱۵۰ صفحے خط باریک، قیمت عہ، پتہ:- مکتبۂ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی،

شرح شادمانی

جلد دوم

برقصائد حسان العجم خاقانی

از

پروفیسر شادمان

خاقانی کی شاعری کا درجہ کچھ بھی ہو، لیکن وہ اس حیثیت سے نہایت خوش قسمت ہے کہ اس کے قصائد قدیم زمانہ مین بھی داخلِ درس تھے، اور موجودہ دور مین بھی شاملِ نصاب ہین، اس کی اس خوش قسمتی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نصابِ تعلیم مین ایک مدت سے اس قسم کی کتابین زیادہ تر داخل ہوتی

ہین جو مشکل، مغلق، اور مبہم ہون، اور خاقانی کے قصائد اس معیار پر پورے اترتے تھے، اس لئے جہان تک درس و تدریس کا تعلق ہے، اس کو نہایت حسن قبول حاصل ہوا، اور آج بھی مشکل اور اعلی امتحانات کے نصاب مین اس کا یہ حسن قبول قائم ہے، چنانچہ بی، اے اور ایم اے کے فارسی کورسون مین اس کے قصائد کا انتخاب لازمی طور پر شامل ہوتا ہے، اور حال مین جو مشرقی امتحانات درجۂ کامل اور دبیر کامل وغیرہ کے نام سے قائم ہوئے ہین ان کے نصاب مین بھی اس کے قصائد شامل ہین،

خاقانی کی اس مشکل پسندی نے ہمیشہ اہل علم کو اس کے قصائد کی شرح کرنے پر آمادہ کیا ہے، چنانچہ قدیم زمانہ مین بھی اس کی متعدد شرحین لکھی گئی ہین، اور حال مین بھی اہل علم کی ایک جماعت نے جنمین زیادہ تر پروفیسر شامل ہین اس کے قصائد کی شرحین لکھی ہین، زیر ریویو شرح جس مین خاقانی کے تیرہ قصیدون کی شرح کی گئی ہے، اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جو مولوی سید محمد تقی صاحب شادمان پروفیسر اورینٹل کالج ریاست رام پور، کے زور قلم کا نتیجہ ہے، اور قدیم و جدید جس قدر شرحین ملی ہین سب کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے،

اس شرح کی ابتدا مین سب سے پہلے ایک تمہید ہے، جس مین اس شرح کی ترتیب و ماخذ کا تذکرہ ہے، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے اس کو کاوش سے لکھا ہے، اس کے بعد خاقانی کے حالات ہین، جو زیادہ تر اس کے اشعار سے ماخوذ ہین، پھر خاقانی کے کلام پر ایک مختصر سا تبصرہ ہے، جو بالکل ناکافی ہے، اس کے بعد قصائد کی شرح شروع ہوتی ہے، شرح کا مقصد ان طلبہ کی مشکلات کا دور کرنا ہے، جن کے کورس مین خاقانی کے قصائد شامل ہین، اس لئے اگر شرح سے پہلے اجمالی طور پر ہر قصیدہ کا موضوع اور اس کی غرض و غایت بھی ظاہر کر دیجاتی تو قصیدہ کی شرح سمجھنے مین زیادہ آسانی ہوتی، لیکن افسوس ہے کہ مصنف نے اس طرف بالکل توجہ نہین کی،

جو لوگ اس زمانے کے امتحانات کے طرز سے واقف ہین ان کو معلوم ہے کہ طلبہ کے

دماغ پر مختلف علوم اور مختلف کتابون کا کس قدر بار رہتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شرح و حواشی مین اختصار کو ہمیشہ مد نظر رکھتے ہین، اور زیادہ پڑھنے سے گھبراتے ہین، اس اصول کی بنا پر اگر اس شرح مین صرف خاقانی کے اشعار کے معانی و مطالب پر اکتفا کیا گیا ہوتا تو وہ طلبہ کے لئے زیادہ آسانیان پیدا کرتی، لیکن فاضل شارح نے تشریح کے ساتھ تنقید کا فرض بھی ادا کیا ہے، اور تنقید مین زیادہ تر صرف دو شخصون کو لیا ہے، ایک قابل نامی اور دوسرے فاضل بلگرامی، شرح کے اس طرز کو بعض لوگون نے ناپسند کیا ہے، اور بعض لوگون نے پسندیدگی ظاہر فرمائی ہے، اس لئے فاضل شارح نے دونون رایون پر عمل کیا ہے، اور آہستہ آہستہ تنقید کا رنگ ہلکا کرتے گئے ہین، شروع کے تین قصائد مین تنقیدی رنگ گہرا ہے، اور بقیہ قصائد مین ہلکا، لیکن بہرحال طلبہ کی موجودہ ذہنیت و حالت کے بدلنے کے لئے یہ شرح نہایت مفید کار آمد ہے، اس زمانہ مین طلبہ کا یہ حال ہے، کہ جب وہ امتحانات کی تیاری کرتے ہین تو صرف تنکے کا سہارا ڈھونڈتے ہین، ان کو ایک شرح ایک حاشیہ اور چند نوٹ کی ضرورت ہوتی ہے، جس سے الفاظ کے معانی اور اشعار کے مطالب سمجھ مین آجائین، صحت و عدم صحت سے ان کو بحث نہین ہوتی، تقلید محض ان کا شعار ہوتی ہے، تنقید سے کوئی غرض نہین رکھتے، لیکن اس شرح مین مختلف شراح کے بیان کردہ مطالب و معانی کو طلبہ کے سامنے رکھدیا گیا ہے، اور ان کی غلطی ظاہر کر دی گئی ہے، اس لئے اگر انھون نے اس شرح کو سامنے رکھکر امتحان کی تیاری کی تو مختلف شراح کے مطالب و معانی ان کے پیش نظر ہو جائین گے، اور ان کو صحیح و غلط مین امتیاز کرنے کا موقع حاصل ہوگا،

"ع"

کتاب الفلاحت،

ابو ذکریا علامہ یحیی بن محمد اشبیلیؒ کی کتاب کا ترجمہ جسے مولوی سید ہاشم ندوی نے ترجمہ کیا ہے، اسمین مصریون نبطیون، یونانیون اور مسلمانون کی زراعت اور باغبانی کے اصول کی تشریح کی گئی ہے، مطبوعہ معارف پریس حجم ۴۷۶ صفحے قیمت للعہ

مطبوعاتِ جدیدہ

آدابِ شاعری، ضروریاتِ شاعری پر یہ ایک مفید کتاب سید محمد محب اللہ رفائی حسینی عرف میر منور علی خان متخلص بہ عالی حیدر آبادی نے لکھی ہے، اس مین اولاً زبان، لغتِ اردو، محرکاتِ شعر، اغراض و مقاصدِ شعر، نفسِ شاعری، خصوصیاتِ غزل، مصرع لگانا، بندش، تذکیر و تانیث، محاسن و معائبِ شعر، توارد، متروکات، وغیرہ شاعری کے ضروری ابواب پر اختصار کے ساتھ بحث ہے، اس کے بعد شعراء اور انشاپردازون کے لئے مختلف اصناف انسانی اور اشیاے کائنات کے اوصاف و صفات و القاب جو فارسی مین عموماً اہل کمال اور اہل زبان نے استعمال کئے ہین، ان کو الگ الگ یکجا کیا ہے، پھر بعض فارسی الفاظ کے ساتھ جو ملحقات عموماً لگائے جاتے ہین جیسے آرا، آفرین، افزا، بان وغیرہ اور ان مین سے ہر ایک کی ترکیب سے جو الفاظ مشہور و مستعمل ہین، ان کو لکھا ہے، پھر اور بندشین جمع کی ہین، اس کے بعد غیر منقوط الفاظ لکھے ہین، آخر مین عروض و قافیہ کے مختصر قواعد بیان کئے ہین، کتاب محنت سے جمع کی گئی ہے، اور مبتدیون اور نوآموز شاعرون کے لئے مفید ہے، ضخامت ۱۰۶ صفحے، سلسلۂ انجمن اربابِ اردو مین چھپی ہے، قیمت عہ، پتہ:- دفتر رسالہ تحفہ، سرورنگر، حیدر آباد دکن،

سوانحِ حضرت ابوذر غفاریؓ، مدت ہوئی کہ جناب مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی نے بسلسلۂ مضامین حضرت ابوذر غفاری صحابیؓ کے حالات القاسم دیوبند مین لکھے تھے، اس کے بعد وہ کتاب کی صورت مین شایع ہوئے، اب دوسری دفعہ دار المؤلفین دار العلوم دیوبند کی طرف سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے، مولانا نے اس مین حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حالات نہایت جامعیت اور استقصار کے ساتھ خاص ذوق و محبت کی زبان اور والہانہ شیفتگی کے ساتھ لکھے ہین،

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام مین زہد و تقوی اور تجرد و تفرد مین مخصوص پایہ رکھتے ہین، اس

بنا پر ان کے حالات بجائے خود نہایت موثر ہین، اور مولانا کے طرزِ تحریر نے ان کو اور موثر بنا دیا ہے، امید ہے کہ اہلِ دل اصحاب اور عام مسلمان اس سے پوری طرح فائدہ اٹھائین گے، قیمت عہ، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، پتہ:- مطبع قاسمی دیوبند،

رقعاتِ اکبر، لسان العصر جناب سید اکبر حسین الہ آبادی مرحوم کے خطوط کا ایک مجموعہ پہلے بھی شایع ہو چکا ہے، اب یہ نیا مجموعہ قومی کتبخانہ لاہور نے شایع کیا ہے چھوٹی تقطیع پر ۱۳۱ صفحے ہین، شروع مین سر شیخ عبد القادر (سابق اڈیٹر مخزن) کا مقدمہ ہے، اور اس کے بعد مختلف اشخاص کے نام اکبر کے خطوط ہین، سب سے پہلے مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے نام ۴۰ خطوط ہین، پھر مولانا حبیب الرحمان خان صاحب شروانی کے نام دو خط ہین، بعد ازین سید افتخار حسین صاحب کے نام ۹ خط ہین، پھر ۱ خط ہز اکسلنسی مہاراجہ کشن پرشاد صاحب حیدر آبادی کے نام ہین، اس کے بعد منشی شرف الدین صاحب رامپوری کے نام کے ۳۵ رقعے ہین، اور آخر مین سر شیخ عبد القادر صاحب کے نام ۹ خط ہین، یہ خطوط اکبر کے حالاتِ زندگی اور اخلاق کے جاننے کے لئے نہایت دلچسپ ہین، اکثر خطوط مین اکبر صاحب نے اپنے اشعار کے انتخابات دیئے ہین، اور تقریباً ہر خط مین دنیا سے دل برداشتگی کے تذکرے ہین، قیمت ۱۰ر، پتہ:- قومی کتبخانہ ریلوے روڈ، لاہور،

سفرنامۂ یورپ، محترمہ جنابہ صغریٰ ہمایون بیگم صاحبہ نے ۱۹۲۴ء مین اپنے شوہر سید ہمایون مرزا صاحب بیرسٹر کے ساتھ ممالکِ یورپ کا سفر کیا تھا، اس سفر کے حالات روزنامچہ کی صورت مین موصوفہ برابر لکھتی گئی تھین، اور اب اس کو دو جلدون مین مرتب کر کے شایع کیا ہے، نہایت تفصیل سے ہر چیز اور ہر واقعہ کو لکھا ہے، اس سے پہلے بھی بعض مسلمان خواتین کے سفرِ یورپ کے حالات چھپے ہین، مگر جو تفصیل اس مین ہے وہ ان مین نہین، یہ کتاب ایک مسلمان خاتون کے جذباتِ مشاہدہ اور نقطہ ہاے نظر کی واقفیت کے لئے نہایت دلچسپ ہے، طرزِ ادا سلیس، اور روان ہے، انگلستان، فرانس، ہالینڈ، جرمنی، سوئزرلینڈ، اٹلی کے حالات سفر و مشاہدات کا ان مین تذکرہ ہے، قیمت شاید دو ڈھائی روپیہ ہو، سرورق پر لکھی نہین، پتہ:- صغریٰ منزل

ہایون نگر، حیدرآباد دکن،

ذکرِ مبارک، ہر ہائنس میمونہ سلطان شاہ بانو بیگم صاحبہ بھوپال نے سیرۃ نبوی مین یہ مختصر مگر مفید رسالہ اب سے چند سال پہلے لکھا تھا، اور نہایت مقبول ہوا تھا، تین اڈیشن اس کے پہلے چھپ چکے ہین اب یہ اس کا چوتھا اڈیشن نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شروانی نے اپنی طرف سے چھپوا کر مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ کو دیے ہین، قیمت ۵ر دفتر مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ،

ذکرِ جمیل، نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شروانی نے یہ رسالہ آنحضرت صلعم کے حالات مین غالباً اس غرض سے لکھا ہے کہ میلاد کی مجالس مین وہ پڑھا جائے، اور عام مسلمانون مین وہ تقسیم کیا جائے، چنانچہ نہایت اختصار کے ساتھ لیکن ذوق اور محبت کی زبان مین سرور کائنات علیہ السلام کے تمام سوانح مبارکہ لکھے ہین، قیمت ۵ر پتہ:۔ دفتر ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ،

ذکر الحبیب، مولانا ممدوح نے یہ رسالہ سرور کائنات کے اخلاق مبارکہ و حلیۂ اقدس کے بیان مین مختصراً لکھا ہے، ضرورت ہے کہ یہ دونون رسالے عام مسلمانون مین تقسیم کیے جائین، مستطیع اصحاب کو چاہیے کہ ان کے کئی کئی نسخے خرید کر غریب بھائیون مین اور غیر مسلمانون مین تقسیم کرین، قیمت ار پتہ:۔ دفتر کانفرنس علی گڈھ،

جامع الآداب، مصر مین طلبہ اور بچون کو نیک اخلاق و عادات کی تعلیم کے لیے آج کل عربی مین ایک کتاب لکھی گئی ہے، مولوی عبد الرحیم صاحب ناظم کتبخانۂ علوم مشرقیہ اسلامیہ کالج پشاور نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے، اس مین ہر چیز کے متعلق لڑکون کو نہایت عمدہ تعلیم دی گئی ہے، بچون کی خاطر اس کا خط بھی صاف اور با نشان رکھا ہے، تاکہ ان کو پڑھنے مین آسانی ہو، ضرورت ہے کہ والدین اسکو اپنے بچون کے مطالعہ مین دین ضخامت چھوٹی تقطیع پر ۵۵ صفحے، قیمت نہین لکھی، غالباً ۲ر یا ۳ر ہو گی، پتہ:۔ مصنف سے اسلامیہ کالج پشاور سے طلب کیجئے،

مجلد بستم | ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء | عدد پنجم

مضامین